حقیقتِ تصوف

مؤلف

الحاج صوفی شاہ محمد صابر حسین قادری، مجیبی، امانی

مرتب

فیضان عارف

دارالاشاعت بیت المجیب، پھلواری منزل، بتھناہاں، مظفرپور، بہار

حقیقتِ تصوف

مؤلف
الحاج صوفی شاہ محمد صابر حسین قادری، مجیبی، امانی

مرتب
فیضان عارف

دارالاشاعت بیت المجیب، پھلواری منزل، بتھناہاں، مظفر پور، بہار

جملہ حقوق بحق مؤلف محفوظ ہیں
طبع اول ۱۴۳۷ھ — ۲۰۱۶ء

نام کتاب : حقیقتِ تصوف
مؤلف : (الحاج صوفی شاہ) محمد صابر حسین قادری، مجیبی، امانی
مرتب : فیضان عارف
صفحات : ۸۸
سن اشاعت : رجب المرجب ۱۴۳۷ھ — اپریل ۲۰۱۶ء
قیمت:

FAIZAN ARIF
MOB. 09958845434
E-mail: faizanarif2@gmail.com

ناشر
دارالاشاعت بیت المجیب، پھلواری منزل، بتھناہاں، مظفرپور، بہار

ملنے کے پتے
☆ پھلواری منزل، بتھناہاں، مظفرپور، بہار
☆ مکتبہ صدف، چرچ روڈ، مظفرپور، بہار
☆ عبدالستار بک سیلر، کمپنی باغ، مظفرپور، بہار

فہرست مضامین

عنوانات	صفحات
☆ شرف انتساب	6
☆ پیش لفظ : حضرت مولانا خواجہ عبدالباری صاحب دامت برکاتہ	7
☆ سخن ہائے گفتنی : حضرت مؤلف	10
☆ عرض مرتب. : مرتب	17
۞ **تصوف کی حقیقت وتعریف**	27
۞ تصوف کے اقسام	30
۞ مومنانہ اور حقیقی تصوف	31
۞ شریعت، طریقت اور حقیقت	34
۞ مراحل تصوف	35
۞ صوفی کسے کہتے ہیں	36
۞ صوفی اور غیر صوفی کا فرق	38
۞ اولیاء اللہ کون لوگ ہیں	41
۞ **پیری، مریدی کا بیان**	45
۞ پیر کامل کی پہچان	45
۞ مرید کس کو کہتے ہیں	46
۞ پیر کامل کی ضرورت	47
۞ مرید ہونے کی شرطیں	49

عنوانات	صفحات
۞ بیعت کے لئے عمر کی حد	50
۞ غائبانہ بیعت	51
۞ عورتوں کو بیعت کے بعد کیا کرنا چاہیے	52
۞ ضعیف مرید کو کیا کرنا چاہیے	53
۞ مرید کے لئے مفید اور ضروری باتیں	53
۞ شیخ کی خدمت	56
۞ شیخ کی خدمت میں حاضری	57
۞ پیرومرشد کے انتقال کے بعد کے اعمال	59
۞ عرس اور سماع کا بیان	62
۞ عرس اور اس کی حقیقت	62
۞ خواجگان چشت اور سماع	63
۞ سماع اور اسکی حلت وحرمت	64
۞ مزامیر کی حقیقت	66
۞ آداب سماع	67
۞ ذکرواذکار کا بیان	70
۞ آداب قبل الذکر	70
۞ آداب وقتِ ذکر	70

صفحات	عنوانات
71	۞ آداب بعد ذکر
72	۞ چلہ کا طریقہ
73	۞ تصور شیخ
74	۞ طریقہ ذکر نفی اثبات
75	۞ طریقہ ذکر پاس انفاس
75	۞ طریقہ ذکر اسم ذات
75	۞ احوال کا بیان
76	۞ مقامات کا بیان
77	۞ نماز حضوری پڑھنے کا طریقہ
78	۞ نماز باجماعت
79	۞ اعمال متفرقہ صبح وشام
80	۞ شجرہ خوانی کے فوائد
83	۞ وضو اور طہارت کا بیان
84	۞ کھانا کھانے کے آداب
85	۞ آداب خواب
86	۞ توبہ کے فوائد
87	۞ آخری کلمات
88	۞ دعائیہ کلمات

شرف انتساب

میں اپنی اس حقیر کاوش کو سلطان المحققین ، مخدوم جہاں ، مخدوم الملک، شیخ الاسلام والمسلمین حضرت شرف الحق والدین احمد بہاری فردوسی قدس اللہ سرہ العزیز اور آفتاب ولایت ، ماہتاب طریقت، تاج العارفین، مخدوم سید شاہ محمد مجیب اللہ قادری زینبی ، جعفری، پھلواروی قدس اللہ سرہ العزیز اور تاجدار اہل سنت ، راز دار راہ شریعت وطریقت ومعرفت، شمع رشد وہدایت ، سیدی، مرشدی، مولائی وآقائی حضرت مولانا سید شاہ محمد امان اللہ قادری، مجیبی علیہ الرحمۃ والرضوان کی بارگاہ عالیہ میں نذر کرنے کی سعادت حاصل کررہا ہوں۔

گر قبول افتد زہے عزوشرف

خاکپائے اولیاء وسگ دربار عالی

خاکپائے اولیاء

احقر العباد محمد صابر حسین قادری، مجیبی ، امانی

بتھناہاں، مظفر پور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

تصوف ، لفظ صفا سے ماخوذ ہے ۔جس کا دل ،جس کا قلب، جس کا باطن گناہ ومعصیت اور گندگی وکدورت سے پاک وصاف ہو وہ اہل تصوف ہے، وہی صوفی ہے۔

اس کا سرچشمہ ذات پاک رسول حضرت رسالت مآب حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے دین وشریعت کی تعلیم دی ۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خوداس پر عمل فرمایااور ہمیں اس پر عمل کرنے کی تاکید فرمائی۔آپ نے خودنماز پڑھی اور ہمیں بھی اس کی تاکید فرمائی۔روزے رکھے اور ہمیں بھی اس کی تاکید فرمائی۔حج کیا اور ہمیں بھی اس کی ترغیب دلائی نیز برائیوں سے اجتناب کی تلقین فرمائی۔الغرض امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی تعلیم فرمائی۔ہمیں یہ تاکید فرمائی کہ ہر لمحہ اور ہر آن اللہ تبارک وتعالیٰ کو حاضر ناظر جانیں، مانیں اور سمجھیں بلکہ دیکھیں۔عبادت میں جب مشغول ہوں تو اللہ تبارک وتعالیٰ کو حاضر وناظر سمجھیں اور جب نفس وشیطان کی طرف سے گناہ ومعصیت کی دعوت دی جائے تو وہاں بھی اللہ پاک کو حاضر وناظر پاکر اس سے بچیں۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک طویل حدیث ہے جو حدیث احسان کے نام سے مشہور،اس میں اسی بات کی تاکید فرمائی گئی ہے۔اس سے عبادت میں لذت کا احساس ہوتا ہے۔اللہ کے محبوب بندے اس سے لطف اندوز بھی ہوتے ہیں۔لذت پانے والے ہی اسے محسوس کریں گے اور کوئی دوسرا نہیں اور جو لذت آشنا نہیں ہوتے وہ اسے واہیات وخرافات ہی سمجھیں گے۔

اسی حدیث کا ایک ٹکڑا ہے ”وان لم تکن تراہ فانہ یراک“ یعنی اگر تم اس ذات لطیف کو نہ دیکھ سکو تو اس کا احساس تو کر سکتے ہو کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو ظاہری علوم شرعی سے مزین کرنے کے ساتھ ان کے باطن کو بھی سنوارا اور اس لذت سے ان کو آ شنا کرایا۔ چودہ سو سال سے زیادہ عرصہ گزر گیا۔ آپ کی شریعت جاری ہے۔ آپ کے بعد آپ کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ذریعہ یہ سلسلہ جاری رہا۔ صحابہ کرام کے بعد تابعین، تبع تابعین ان کے بعد بھی علمائے علوم شریعت اور رہروان راہ طریقت کے ذریعہ یہ عمل جاری ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو قانون بنایا اسے ہم شریعت کہتے ہیں اور شریعت کے طریقے پر چلنے کا نام طریقت ہے۔ لہٰذا شریعت اور طریقت میں کوئی تصادم نہیں ہے۔ شریعت کا علم رکھنے والے ہی عالم ہیں اور اس کے طریقے پر چلنے والے اہل طریقت ہیں۔ کسی کو اگر شریعت کا علم نہیں ہے وہ طریقت پر کیسے چلیں گے؟ غرض کہ شریعت اور طریقت دونوں ہی لازم اور ملزوم ہیں۔ شریعت حقیقت میں عمل کے لئے ہی آئی ہے۔ اس لئے عالم کو باعمل ہونا ضروری ہے۔ یعنی ہر اہل علم شریعت کو اہل طریقت بھی ہونا چاہیے ورنہ علم کا کوئی فائدہ نہیں۔

علم چنداں کہ بیشتر خوانی　　　چوں عمل در تو نیست نادانی

علمائے علم شریعت و رہروان راہ طریقت نے اپنے شاگردوں، مریدوں اور دیگر اہل ذوق کے لئے اس موضوع ”تصوف“ پر کتابیں تصنیف کی ہیں۔ اللہ پاک انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔

محترم الحاج صوفی شاہ محمد صابر حسین قادری، مجیبی، امانی کی تالیف ”حقیقت تصوف“ اس موضوع پر آسان زبان اور سہل لہجہ میں ایک بہترین مشعل راہ ہے جو اس راہ میں چلنے والوں کے لئے ممد و معاون ہوگی۔

حضرت مؤلف۔تاجدار اہل سنت، راز دار راہ شریعت وطریقت ومعرفت، شمع رشد وہدایت ،ولی کامل ومکمل، حضرت امان المستجیرین ،مولانا سید شاہ محمد امان اللہ قادری مجیبی پھلواروی قدس سرہ العزیز کے دست گرفتہ وتربیت یافتہ ہیں۔حضرت اقدس مریدین ومسترشدین کی خوب خوب دستگیری فرماتے۔اس تالیف لطیف میں حضرت اقدس کی دستگیری شامل نظر آتی ہے۔مؤلف نے وہ تمام ضروری باتیں اس کتاب میں درج کردی ہیں جو اس راہ میں چلنے والوں کے لئے نہایت اہم ہیں۔اللہ تبارک وتعالیٰ مؤلف کی اس کاوش ومحنت وخلوص کو قبول فرمائے اور مؤلف کو اجر عظیم عطا فرمائے ،ان کے لئے اسے توشہ آخرت بنائے نیز برادران طریقت کو بھی اس سے خوب خوب مستفید فرمائے۔آمین۔

خواجہ عبدالباری
سابق پرنسپل گورنمنٹ مدرسہ شمس الہدیٰ، پٹنہ،
۳؍مارچ ۲۰۱۵ء، ۱۱؍جمادی الاول ۱۴۳۶ ہجری

سخن ہائے گفتنی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

نحمده و نصلی علىٰ رسوله الكريم،اما بعد!

تصوف آج کے دور کا ایک "مظلوم محسن" ہے جس قوم پر اس نے بڑے بڑے احسانات کئے ہیں اسی نے اس کو سب سے زیادہ زخم دیئے ہیں، اس پر تنقید کرنے والے کچھ تو اپنی کم علمی کی وجہ سے تنقید کرتے ہیں لیکن کچھ غریب وہ بھی ہیں کہ محض بطور فیشن تنقید کرتے ہیں، ان کے خیال میں تصوف پر بلکہ ہر قدیم نظام پر تنقید کرنا علامت روشن خیالی ہے۔

جبکہ حقیقت یہ ہیکہ آج ملت اسلامیہ بلکہ پوری انسانیت حن مختلف النوع مسائل میں گھری ہوئی ہے ان کے علاج کے لئے جس ذہن اور تریاق کی ضرورت ہے، وہ صرف اور صرف تصوف میں ہے، کیوں کہ حقیقی تصوف دراصل وہ حقیقی اسلام اور حضور ﷺ کی سیرت مبارکہ ہے جہاں دشمن کے لئے بھی ہمدردی ہوتی ہے، جہاں پتھر کھا کر بھی دعائیں دی جاتی ہیں۔

شاہ نامہ اسلام میں اس کا نقشہ اس طرح سے کھینچا گیا ہے ؎

دعا مانگی الٰہی قوم کو چشم بصیرت دے
الٰہی رحم کر ان پر انہیں نور ہدایت دے

فراخی ہمتوں کو، روشنی دے ان سینوں کو
کنارے پر لگا دے ڈوبنے والے سفینوں کو

الٰہی فضل کر کہسار طائف کے مکینوں پر
الٰہی پھول برسا پتھروں والی زمینوں پر

جس طرح سے حضور ﷺ کے جیسا اخلاق کا نمونہ پیش کرنے سے دنیا عاجز ہے بالکل اسی طرح صوفیاء کرام کی زندگیوں اور ان کے خدمات کا نمونہ بھی ناپید ہے، ان کا کہنا

ہے کہ ہم نے عشق الٰہی کی برکت سے ساری دنیا بلکہ کونین سے صلح کرلی ہے ۔

بفیض عشق زکونین صلح کل کردم
وخصم باش وزما دوستی تماشا کن

(یعنی اے مخاطب! اگر تجھے یقین نہ آئے تو ہمارا دشمن بن کر دیکھ! اور پھر ہماری دوستی اور محبت وشفقت کے نمونے دیکھتا چلا جا)

جس طرح رسول اللہ ﷺ نے گالیاں سن کر پتھر کھا کر دعائیں دی ہیں، لہذا وہ نمونہ اگر کہیں ملتا ہے تو وہ انہی گدڑی پوش فقیروں میں ملتا ہے، دوست سے دوستی کرنا تو انسان کیا جانور اور درندے بھی کرتے ہیں، لیکن دشمنوں سے بھی دوستی اور ہمدردی کی جائے یہ صرف حضور اکرم ﷺ کی شان رحمۃ للعالمینی ہے۔ جسکو صوفیاء کرام نے اپنا حرز جان بنایا ہے ۔ آج ایسا کردار پیش کرنا تو بہت دور کی بات ہے، بلکہ ایسی باتوں پر یقین کرنا بھی مشکل ہوتا ہے۔

لیکن واقعہ یہ ہیکہ خلق خدا کے درد میں گھل جانے والوں کے جذبات یہی ہوتے ہیں یہ حضرات ہر کام اپنے اصل دوست یعنی اللہ عزوجل خوشنودی کے لئے کرتے ہیں، وہ یہ نہیں دیکھتے ہیں کہ کون کیا کہہ رہا ہے، ان کی نظر تو بس اس پر ہوتی ہے کہ ہمارا مولا کا اس وقت ہم سے کیا مطالبہ ہے۔ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ "الخلق کلھم عیال اللہ فاحبھم الی اللہ انفعھم لعیالہ" (سارے مخلوق اللہ عزوجل کا کنبہ ہے اور اللہ تعالی کو سب زیادہ وہ بندہ پسند ہے جو اس کے کنبے کے لئے زیادۃ نفع بخش اور راحت رساں ہے)

مشہور حدیث قدسی ہے کہ اللہ تعالی بندے سے کہے گا کہ اے میرے بندے میں بھوکا تھا تو نے مجھے کھانا نہیں کھلایا، میں پیاسا تھا تو نے مجھے پانی نہیں پلایا، میں بیمار تھا تو نے میری تیمارداری نہیں کی، ہر بات کے جواب میں آدمی کہے گا کہ پروردگار! آپ تو رب العالمین ہیں آپ کو بھوک پیاس اور بیماری سے کیا واسطہ؟

تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ بندے! میرا فلاں بندہ بھوکا تھا تو اسے کھانا کھلاتا تو مجھے وہیں پاتا، فلاں پیاسے بندے کو پانی پلاتا تو مجھے وہیں پاتا۔ اس مناسبت سے ایک شاعر کا شعر ہے۔

اب آدمی کچھ اور ہماری نظر میں ہیں
جب سے سنا ہے یار لباس بشر میں ہے

بہر حال، سلوک تصوف یعنی روح شریعت اک نا قابل انکار حقیقت ہے، جس میں اخلاص دین ، اعمال قلب کی اصلاح اور معرفت رب کائنات کے گر سکھائے جاتے ہیں ،یعنی شریعت نام ہے اس دین کا جس کو لیکر حضور اکرم ﷺ تشریف لائے ہیں اور طریقت نام ہے اس راہ عمل کا جس پر آسانی کے ساتھ دین محمدی کے تمام شعبوں پر عمل کیا جا سکتا ہے۔ شریعت وطریقت الگ الگ چیز نہیں بلکہ عین شریعت ہے، اس لئے اخلاص کے ساتھ احکام الٰہی کی تکمیل ہی کو طریقت سے موسوم کیا جاتا ہے۔

لہٰذا اگر شریعت وطریقت میں سے کسی ایک کا فقدان ہو تو معمول بہ دین نامکمل و ناتمام رہتا ہے۔ شریعت کا تعلق ان احکام اور انفرادی واجتماعی امور سے ہے جن کی بنا پر فرد اور جماعت کی خارجی زندگی کی تشکیل ہوتی ہے۔ یہ عبادات ومعاملات دو انواع پر منقسم ہیں جبکہ طریقت کا تعلق ان روحانی لذات اور معنوی کیفیات سے ہے جو طاعت و نیکی کے نتیجے میں انسان کے دل پر مرتب ہوتی ہیں۔ اسے ہی عام زبان میں ''تصوف'' کہا جاتا ہے۔ شریعت وطریقت اپنی اپنی ذات میں مستقل ہونے کے باوجود باہم لازم وملزوم ہیں بلکہ کمال شریعت ہی کا نام طریقت ہے۔ امام مالک بن انس رضی اللہ عنہا فرماتے ہیں: جس نے علم فقہ حاصل کیا اور تصوف سے بے بہرہ رہا، پس وہ فاسق ہوا اور جس نے تصوف کو اپنایا مگر فقہ کو نظر انداز کر دیا وہ زندیق ہوا اور جس نے دونوں کو جمع کیا پس اس نے حق کو پالیا۔

(مرقاۃ المفاتیح، 256:1)

حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: التصوف صفاء السر من کدورۃ المخالفۃ (کشف المحجوب) یعنی باطن کو مخالفتِ حق کی کدورت اور سیاہی سے پاک وصاف

کر دینے کا نام تصوف ہے۔ لغوی اعتبار سے تصوف کے جتنے بھی معانی و مطالب بیان کئے گئے ہیں ان سب میں ایک بات قدر مشترک یہ ہے کہ تصوف اللہ رب العزت سے بے لوث اور بے غرض دوستی اور محبت کا نام ہے۔ اس راہ کے سالک کا قلب تعلق باللہ میں ہمہ نوع واخروی منفعتوں، مصلحتوں اور ہر قسم کے اندیشہ وخطرے کلیتاً بیگانہ ہو جاتا ہے جس کے نتیجے میں اخلاص فی السنۃ والعمل کا جذبہ ظاہر و باطن مین راسخ ہو جاتا ہے۔

یہ بات انتہائی قابلِ غور ہے کہ آج تصوف، طریقت اور سلوک کے نام پر بڑا دجل وفریب اور مکاری ہو رہی ہے جس نے بزرگوں کے طریقوں اور طریقت و روحانیت کو بدنام کر دیا ہے جس کے نتیجے میں نوجوان نسل اور پڑھا لکھا جدید تعلیم یافتہ طبقہ صوفیاء بزرگوں اور کاملین کے طریقہ زیست کی طرف جانے کو تیار نہیں ہوتے وہ سمجھتے ہیں کہ اس پورے سلسلے میں دھوکہ وفریب ہے۔ اس لئے اس حقیقت کو واضح کر دینا ضروری ہے کہ جہاں شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اتباع واطاعت نہ ہوگی وہاں ولایت کا وجود ناممکن ہوگا۔

یہ حقیقت ہیکہ دور نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دور صحابہ رضی اللہ عنہم میں تصوف کی اصطلاح کا باقاعدہ وجود نہیں ملتا۔ اس لئے عصر حاضر کے بعض علمی حلقوں میں تصوف کے بارے میں ایک عام مغالطہ یہ پایا جاتا ہے کہ تصوف بنیادی طور پر عجم سے درآمد شدہ فلسفہ روحانیت ہے، لہذا وہ تصوف کو بدعت خیال کرتے ہیں۔

حالانکہ تصوف کی نسبت یہ نقطہ نظر محض سطحی مطالعہ سے پیدا ہوا تھا۔ اگر اسلام میں تصوف کے آغاز وارتقاء کی تاریخ اور اسلامی معاشرے میں اس کی ضرورت واحتیاج اور اس کے مقاصد ونتائج پر اگر ان کی گہری نظر ہوتی تو ان کے ذہن میں یہ ترددوالتباس پیدا نہ ہوتا۔

اس سلسلے میں علماء ومؤرخین نے نہایت مدلل بحث کی ہے۔ جس سے یہ بات علمی طور پر واضح ہو جاتی ہے کہ تفسیر، حدیث اور فقہ سے متعلق ہزاروں اصطلاحات جو فی زمانہ مروج اور مستعمل ہیں اور جنہیں ہر دور کے اہل علم اور صاحبان فکر ونظر بلا تکلف استعمال کرتے چلے

آ رہے ہیں وہ اکثر وبیشتر دور مابعد نبوت کی پیداوار ہیں۔ان اصطلاحات کی ترتیب و تدوین دوسری اور تیسری صدی ہجری سے شروع ہو کر چوتھی اور پانچویں صدی ہجری میں پایہ تکمیل کو پہنچی ہے، اور یہ پھر اصطلاح کی حیثیت تو محض عنوان کی سی ہوتی ہے۔ بعینہ ''تصوف'' جس کا خمیر علوم قرآن اور سنت نبوی سے اٹھا ہے اس کا تعلق ضابطہ زندگی کی حیثیت سے عہد رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور عہد صحابہ رضی اللہ عنہم سے استوار ہے۔ آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین اور تبع تابعین کے واقعات سے معلوم ہوتا ہیکہ ان کے یہاں ''تصوف'' اور ''صوفی'' کے معانی ومفہوم متداول تھے۔جن میں حضرت امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ شیخ ابوالہاشم صوفی رحمۃ اللہ علیہ، امام مالک رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے نام قابل ذکر ہیں۔ یہاں تک کہ دور نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تربیت گاہِ مصطفوی سے فیض یافتہ اصحاب صفہ بھی تاریخی تناظر میں بعدازاں صوفی کہلانے لگے۔جس کا ذکر شیخ احمد رفاعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب البرہان المرید میں کیا ہے۔اس سلسلے میں حضرت علی ہجویری رحمہ اللہ علیہ کی کشف المحجوب میں نقل کردہ حدیث یوں ہے کہ: **من سمع صوت اهل تصوف فلا يؤمن على دعاء ه كتب عند الله من الغافلين (كشف المحجوب : 31)** یعنی جس نے اہل تصوف کی بات پر کان نہ دھرا اس کا شمار اللہ کے نزدیک غافلوں میں ہو گیا۔

اس حدیث سے دو حقیقتیں آشکار ہوتی ہیں اول یہ کہ تصوف کا لفظ خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قول مبارکہ سے ثابت ہے۔ دوم یہ کہ اہل تصوف کی راہ تقوی اور پرہیز گاری کی راہ ہے اور اس راہ سے منحرف ہونا غفلت اور بدبختی کی دلیل ہے۔

اسی طرح یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہیکہ اسلامی معاشرے میں تصوف کو ہمیشہ اپنے مقاصد ونتائج کے اعتبار سے ایک اہم مقام حاصل رہا ہے۔عہد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تصوف کا وہ ابتدائی اور نوخیز دور تھا جس میں زہد وورع اور تقویٰ کا رنگ غالب تھا۔دوسری اور تیسری صدی ہجری میں جب اخلاص فی العمل کا زوال شروع

ہوا اور محض فقہیت پر اصرار کیا جانے لگا تو یہ عہد تصوف اپنی دوسری ارتقائی منزل میں داخل ہوا۔ یہاں اہل حق نے اخلاص فی العمل کی خاطر مجاہدۃ النفس اور ریاضت کے ذریعے تعلق باللہ مستحکم کیا۔ تصوف کے حوالے سے تیسرا ارتقائی مرحلہ چوتھی اور پانچویں صدی ہجری پر مشتمل ہے جہاں اہل حق میں سے عوام حسب سابق شرعی اور اوامر و نواہی پر مکتفی رہے اور خواص نے باطنی کیفیت کو اپنا مطمح نظر بنا لیا لیکن خواص الخواص اعمال و احوال سے گزر کر مقام جذب تک پہنچے۔ تصوف کی نظری تشکیل اور حقائق تصوف پر بحث چھٹی اور ساتویں صدی ہجری میں شروع ہوئی جب بڑے بڑے صوفیائے عظام اور علمائے کرام نے علم و حکمت کی ادق زباں میں اس تصور کو دلائل و براہین کے ساتھ ثابت کیا۔ اس طرح معارف تصوف عوام تک پہنچا اور ہر شخص تصوف کا کلمہ پڑھنے لگا۔ انہی مراحل پر شاہ ولی اللہ نے اپنی تصنیف ''ہمعات'' میں تفصیل سے بحث کی ہے۔

مندرجہ بالا تفصیلی تعارف کے بعد جب یہ حقیقت عیاں ہوگئی کہ تصوف اسلامی معاشرے کیلئے کوئی نئی چیز نہیں بلکہ یہ ایک اسلامی معاشرے کی ضرورت ہے، اور تصوف ایک ایسا جامع، ہمہ گیر تصور حیات ہے جو اپنے مقاصد کے اعتبار سے معراج حیات ہے۔ اور اسلامی معاشرہ اجتماعی طور پر اپنے افراد سے تزکیہ نفس کا مطالبہ کرتا ہے تاکہ معاشرہ اخلاقی و روحانی جدوجہد کرنے والے افراد پر مشتمل ہو۔ اس لئے یہ دعویٰ مبنی برحق ہے کہ اسلامی معاشرہ اپنے وجود، بقا اور ترقی کیلئے تصوف کا محتاج ہے۔

ان تمام کے باوجود آخری زمانے میں اک طرف جہاں کچھ ایسی جماعتوں نے جنم لیا جو اعمال طریقت کو روح اسلام کے منافی، بدعات کا مجموعہ اور ضلالت کا ذخیرہ قرار دیتی ہیں، دراصل یہ کوتاہ بیں جماعتیں ان اسرار و رموز اور دقائق شریعت کے ادراک سے قاصر رہی ہیں جو طریقت کے ہر ہر عمل کو کتاب سنت کی کسوٹی پر رکھکر سند ثبوت فراہم کر چکے ہیں۔ تو دوسری طرف علمائے ظاہر اور نام نہاد صوفیوں اور نفس پرست پیروں نے شرعی احکام و قوانین کے نفاذ اور حقیقی تصوف کے بجائے ہوس پرستی پر تل گئے اور اپنا بازار چمکانے کے

لئے اور اپنی جیب بھرنے کی خاطر طرح طرح کے ڈھونگ رچانا شروع کر دیا۔ جن کو شریعت کی واقفیت نہیں وہ پیر مغاں بن گئے۔

انہیں حالات کو دیکھتے ہوئے میرے چند احباب نے تصوف، صوفی، اور پیری مریدی کے سلسلے میں اس موضوع پر ایک کتاب تالیف کرنے کا تقاضا کیا۔ لہٰذا فقیر نے اس اہم کام کی ذمہ داری اٹھائی اور "حقیقت تصوف" کی تالیف کا کام شروع کیا۔ جو بحمد اللہ آج طبع پذیر ہو کر آپ کے ہاتھوں میں ہے، یہ میری کوششوں سے زیادہ پیرو مرشد کی دعاؤں اور محسنین اور مخلصین کی نیک خواہشات کا نتیجہ اور ثمرہ ہے۔

آخر میں ہم رفیق محترم حضرت مولانا جناب خواجہ عبدالباری صاحب دامت برکاتہ، سابق پرنسپل گورنمنٹ مدرسہ شمس الہدیٰ، پٹنہ، کے دل کی گہرائیوں سے ممنون اور مشکور ہیں کہ آپ نے اپنی مصروفیات کے باوجود اس کتاب کے مسودہ پر نظر ثانی کی اور بیش قیمت کلمات عنایت فرما کر اس کتاب کی قدر و قیمت بڑھائی۔

اخیر میں اللہ عزوجل کے دربار میں دعا گو ہوں کہ اس کاوش کو قبول فرمائے اور تمام مخلصین و محسنین کو جزاء خیر مرحمت فرمائے، نیز مؤلف اور اس کے والدین و پیرو مرشد کے لئے یہ کتاب ذخیرہ آخرت ثابت ہو۔ ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم۔

احقر محمد صابر حسین قادری، مجیبی، امانی

۱۲/ ربیع الاول ۱۴۳۱ ہجری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرض مرتب

اسلامی تاریخ گواہ ہے کہ تصوف اور صوفیاء نے ہمیشہ امن عالم کے قیام اور اتحاد امت کی بقاء میں موثر رول ادا کیا ہے۔ صوفیائے امت نے بلاتفریق مذہب وملت انسانیت کو معرفتِ خدا کے جام سے سیراب کیا۔ ہمارے ملک ہندوستان میں تمام صوفی خانقاہیں انسانیت کی فلاح واصلاح کا درس دیتی رہی ہیں۔ سلطان الھند حضرت خواجہ غریب نواز معین الدین چشتی رحمہ اللہ علیہ نے وہ دستور امن دیا جس سے مسلم تو مسلم ہندوستان کی غیر مسلم اقوام بھی محفوظ و مامون ہو گئیں۔ درحقیقت تصوف ہی اسلام کی وہ روح رواں ہے جس سے امن ومحبت کے پھول کھلتے ہیں۔ آج ہمارے ملک ہندوستان اور دنیا بھر میں بڑھتی ہوئی دہشت گردی، شدت پسندی، فرقہ واریت، بین المذاہب عدم رواداری، امن عالم کا نقض اور شیرازۂ امت کا بکھراؤ، یہ سب درحقیقت اسلام، تصوف اور اتحاد امت کے خلاف ایک عالمگیر منظم سازش اور منصوبہ بند مہم ہے۔ اور ان سب کا علاج آج بھی تصوف اور اتحاد امت میں ہی مضمر ہے۔

تصوف کو قرآنی اصطلاح میں تزکیۂ نفس اور حدیث کی اصطلاح میں احسان کہتے ہیں۔ تصوف صرف روحانی اقدار واطوار، مخصوص معمولات اور باطنی کیفیات، روحانی اذکار واشغال اور صوفیانہ مراسم کا مجموعہ ہی نہیں بلکہ علمی، فکری، عملی، معاشرتی، سماجی، تہذیبی وتمدنی اور تمام جہتوں میں اخلاص واحسان کا نام تصوف ہے۔ ائمہ تصوف نے اپنے تمام معتقدات، نظریات اور معمولات کو قرآن وسنت کی بنیادوں پر مبنی کیا ہے۔ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی فرماتے ہیں:

"راہِ تصوف صرف وہی پا سکتا ہے جس کے دائیں ہاتھ میں قرآن حکیم اور بائیں ہاتھ میں سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہو اور وہ ان دونوں چراغوں کی روشنی میں راستہ طے کرے تاکہ نہ شک و شبہ کے گڑھوں میں گرے اور نہ ہی بدعت کے اندھیروں میں پھنسے۔" اسی طرح حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری نے اپنی شہرہ آفاق تصنیف کشف المحجوب میں شیخ خضری کا یہ قول نقل کیا ہے: "التصوف صفاء السر من کدورة المخالفة" یعنی باطن کو مخالفت حق کی کدورت اور سیاہی سے پاک وصاف کر دینے کا نام تصوف ہے"۔

احسان و تصوف کی راہ پر چلنے والے ہر فرد کے لئے اخلاق کا حد درجہ عظیم اور حسین ہونا از حد ضروری ہے۔ شیخ ابو بکر الکتانی رحمہ اللہ علیہ کا قول ہے:" تصوف سراپا اخلاق ہے جس نے کسی خلق کا اضافہ کیا اس نے تصوف میں اضافہ کیا "۔

یہ نقطہء نظر عالم اسلام کے عظیم مفکر و فلسفی اور بلند پایہ فقیہ وصوفی حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے کی بھی ترجمانی کرتا ہے۔ بلاشبہ جنہوں نے فلسفہ وعلم الکلام میں عرق ریزی، علمی گہرائی و گیرائی اور اپنے زمانے کے دیگر مختلف مروجہ علوم کی طبع آزمائی میں اپنی نصف زندگی صرف کرنے کے بعد یہ علمی حقیقت دریافت کی کہ تصوف ہی روح اسلام ہے۔ یقیناً ان کی اس دریافت کے پیچھے لازمی محرکات، معقول وجوہات اور ٹھوس علمی دلائل موجود تھے۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اپنی زندگی کا بقیہ آخری حصہ عملی تصوف میں لگا دیا۔

یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہیکہ ابتداء اسلام سے ہی صوفیاء کرام اور عارفین حق اعتدال پسندی، میانہ روی، صلح کل اور اسلام کی پرامن تعلیمات و روایات پر عمل پیرا رہے ہیں۔ خدا کے ساتھ ایک ذاتی لگاؤ اور باطنی قربت پر ان کا کامل ایمان وایقان تھا، جسے انہوں نے اپنی صدق دلی وصاف گوئی، نیکی و پرہیزگاری، تقویٰ وطہارت، ضبط نفس، اخلاقی عظمت، خدمت خلق، روحانی مراقبہ اور دوسرے تمام تر روحانی کمالات کے ذریعہ حاصل کرنے کی کوشش کی جن کا مظاہرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان نبوت سے پہلے ہی اپنے روزمرہ کے اعمال واشغال اور صوفیانہ معمولات کے ذریعہ کر دیا تھا۔ غار

حرا میں خلوت گزینی اور روحانی مراقبہ کے نتیجہ میں اسلامی تصوف و روحانیت معرفت الٰہی کے ایک ذاتی تجربہ کی شکل میں نمودار ہوئی۔۔

راہ تصوف و روحانیت میں سرگرداں تمام صوفیاء عظام اور سالکین راہ حق کا مطمح نظر یہی رہا ہے۔ انہوں نے بالکل اسی طرح روحانی خلوت اور صوفیانہ مراقبہ کو اپنا مرکز توجہ بنایا جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معرفت الٰہی کے حصول کے لیے اپنے طور پر غار حرا میں گوشۂ تنہائی اختیار کیا تھا۔

اسلامی تصوف و روحانیت کو دو مختلف مگر باہم مربوط طریقوں سے بیان کیا گیا ہے: پہلے کا تعلق نظریات و معتقدات سے ہے، جبکہ دوسرے کا تعلق عمل سے ہے۔ نظریاتی طور پر تصوف اسلام کے باطنی اور روحانی تنوعات کی ترجمانی کرتا ہے جسے "احسان" کہا جاتا ہے۔ اس کی خوبصورت تشریح اِمام بخاری اور اِمام مسلم کی روایت کردہ متفق علیہ حدیث میں ہے جس کی تلخیص یہ ہے کہ ایک روز جبریل امین علیہ السلام بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم میں انسانی شکل میں حاضر ہوئے اور امت کی تعلیم کے لیے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! مجھے ایمان، اسلام اور احسان کے بارے میں بتائیے کہ یہ تینوں کیا ہیں؟

آپ نے پہلے ایمان اور اسلام کی تصریح بیان کی اور پھر احسان کی تعریف یوں کی کہ:

"احسان یہ ہے کہ تو اللہ کی عبادت اس طرح کرے گویا تو اسے دیکھ رہا ہے اور اگر (تجھے یہ کیفیت نصیب نہیں اور اسے) تو نہیں دیکھ رہا تو (کم از کم یہ یقین ہی پیدا کر لے کہ) وہ تجھے دیکھ رہا ہے"۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کیے اس فرمان کے مطابق احسان عبادت کی اس حالت کا نام ہے جس میں بندے کو دیدار الٰہی کی کیفیت نصیب ہو جائے یا کم از کم اس کے دل میں یہ احساس ہی جاگزیں ہو جائے کہ اس کا رب اسے دیکھ رہا ہے۔

اس حدیث سے احسان کا پہلا معنی واضح ہوتا ہے کہ ظاہری ارکان و آداب کی بجا آوری اور باطنی خشوع و خضوع میں کمال کے ساتھ ادا کی جانے والی عبادت کی اس اعلیٰ درجہ کی حالت ا، ور ایمان کی اس اعلیٰ کیفیت کو ''احسان'' کہتے ہیں۔ جیسا کہ امام نووی رحمہ اللہ

علیہ نے اس حدیث کی تشریح میں لکھا ہے (نووی، شرح صحیح مسلم، ۱:۲۷،) جب کوئی شخص روحانیت یعنی احسان کے اس مرتبہ پر فائز ہوتا ہے جو کہ اسلام میں ایمان کا سب سے اعلیٰ ترین مقام ہے تو یہیں سے اس کا سفر تصوف شروع ہو جاتا ہے۔ احسان اور تصوف دراصل ایک ہی حقیقت کے دو رخ اور ایک ہی موضوع کے دو عنوان ہیں۔ احسان قلب و باطن کی وہ روحانی کیفیت ہے جو مقصود عبادت ہے اور اسے حاصل کرنے کا طریقہ 'تصوف' کہلاتا ہے۔ یا یوں سمجھ لیجئے کہ احسان جس کیفیت کا اجمالی ذکر ہے تصوف اس کی تفصیل ہے۔ تصوف کو 'سلوک' بھی کہتے ہیں اور اس راستے پر چلنے والے کو سالک کہا جاتا ہے۔

تصوف و احسان دین و ایمان سے جنم لینے والی سماجی ذمہ داریوں کے احساس کو بھی مہمیز دیتی ہیں جن سے انسان کے اعمال و افعال دونوں میں ایمان کامل کا مظاہرہ ہوتا ہے۔ عملی طور پر اسلامی تصوف یا احسان بلا امتیاز مذہب و ملت دوسرے بندگان خدا کے ساتھ حسن خلق کا موجب ہے۔ صوفیاء کرام کا ایک مشہور روحانی اصول " صلح کل "جس کا مصدر و ماخذ احسان کا یہی بنیادی تصور ہے۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے احسان و تصوف اور اعلیٰ ترین روحانی اقدار کی جلوہ گری آپ کی حیات مبارکہ کے وسیع تر سماجی اور انسانی پہلوؤں میں بھی نظر آتی ہے۔ اس کی سب سے بہترین تشریح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کی ہے، اس لیے کہ کسی بھی آدمی کو اس کی بیوی سے زیادہ بہتر کوئی نہیں جانتا اور سمجھتا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ایک روایت ہے کہ جب جبرئیل علیہ السلام پہلی مرتبہ وحی لیکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو جلالت وحی کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ پر کپکپی طاری ہوگئی اور آپ ﷺ اس بات سے بہت زیادہ فکرمند تھے کہ اب آگے کیا ہوگا۔ اسی حالت میں آپ ﷺ اپنی اہلیہ محترمہ ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے اور فرمایا "میرے اوپر چادر ڈالو، میرے اوپر چادر ڈالو" اس پر ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے انہیں چادر اڑھا دیا یہاں

تک کہ رسول اللہ ﷺ کو آرام اور سکون محسوس ہوا اس کے بعد آپ ﷺ نے غار حرا میں پیش آنے والا سارا ماجرا ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو سنایا۔ تو اس پر ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے یہ کہتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حوصلہ افزائی کی کہ "اللہ آپ کو کبھی بھی اپنی رحمتوں سے دور نہیں کریگا اس لیے کہ آپ ٹوٹے ہوئے خونی رشتوں کو جوڑتے ہیں، ضعیفوں اور ناتوانوں کا بار اٹھاتے ہیں، ہمیشہ سچ بولتے ہیں، غریبوں اور مفلسوں کی مدد کرتے ہیں، انتہائی فیاضی اور سخاوت کے ساتھ آپ اپنے مہمانوں کی مہمان نوازی کرتے ہیں اور مصیبت زدہ لوگوں کی حاجت روائی کرتے ہیں۔" (صحیح البخاری، جلد9، باب 87، نمبر 111)۔

احسان وتصوف اور اخلاق کے مذکورہ لغوی، اصطلاحی اور قرآنی معانی کے پیش نظر یہ امر بالکل واضح اور واشگاف ہو جانا چاہئے کہ تصوف و احسان مسلمانوں سے ایسے اسلامی نظریات ومعتقدات کا حامل ہونے کا مطالبہ کرتے ہیں جو ملی یکجہتی، قومی خیر سگالی، ملکی امن وسلامتی، بین الاقوامی اخوت ومحبت، بین المذاہب رواداری، امن عالم کے قیام، اتحاد امت کے فروغ، فکری ونظریاتی تشدد کے خاتمہ اور تکریم انسانیت کے اعلی انسانی اصولوں پر مبنی ہیں۔

جن لوگوں کا موقف یہ ہے کہ تصوف بعد کی پیداوار ہے اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت میں روحانیت کا کوئی پہلو نہیں پایا جاتا انہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کے اس پہلو پر دوبارہ غور وفکر کرنے کی ضرورت ہے کہ آخر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ابتدائی ایام غار حراء میں خلوت گزینی اور روحانی مراقبہ میں کیوں گزارا کرتے تھے۔

یہ تاریخی حقیقت کون نہیں جانتا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غار حرا میں تشریف لے جا کر وہاں مراقبہ فرماتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث اس حقیقت کی غماز ہے کہ جوں جوں اعلان نبوت کا وقت قریب آ رہا تھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خلوت پسند بنتے جا رہے تھے اور کثرت سے غار حرا میں قیام فرمانے لگے تھے اور وہاں

کئی کئی راتیں عبادت کرتے۔ (بخاری، جامع الصحیح :23، رقم :3، کتاب بدء الوحی باب :3)
امر واقعی یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چالیس سال کی عمر میں بعثت مبارک سے قبل ہی ایک روحانی نظام کی بنیاد ڈال دی تھی۔ اعلان نبوت سے قبل پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ نمایاں وطیرۂ حیات کون نہیں جانتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کئی ہفتے اور کئی کئی دن مراقبے میں گزارا کرتے تھے۔ ایک طرف جہاں آپ ﷺ کی سچائی اور امانت داری جیسی اعلی روحانی صفات کا پورے عرب میں شہرۂ عام تھا اور اہل مکہ آپ ﷺ "صادق" اور "امین" جیسے عظیم القاب سے نوازتے، وہیں غار حراء میں آپ ﷺ کی روحانی خلوت گزینی اور باہر کی دنیا میں بےلوث خدمت خلق" آپ ﷺ کی شخصیت مبارکہ کے امتیازی وصف تھے۔ لیکن آج ایسا لگتا ہے کہ مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد رسول اللہ ﷺ کی روحانیت، انسان دوستی، اور خدمت خلق کے جذبہ سے مملو آپ ﷺ کی تاریخ ساز سرگرمیوں سے واقف نہیں ہے۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا سماجی مشن بلا امتیاز مذہب وملت تمام انسانوں کے لیے انصاف کی جستجو، اور خاص طور پر غیر عرب قبیلوں، مسافروں، تاجروں اور دوسرے مظلوم وستم رسیدہ لوگوں کی امداد کرنا تھا جو اہل مکہ کے مشق ستم بنے ہوئے۔ صوفیاء کرام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کے انہی گوشوں کو اپنی زندگیوں کا منارۂ نور بنایا۔

یہی نہیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دور نبوت میں بھی تصوف و روحانیت سے متصف اپنے خاص معمولات کو جاری رکھا۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات کے بیشتر حصے عبادت وریاضت اور قیام میں گزارا کرتے تھے جیسا کہ قرآن اس امر پر شاہد ہے: "ان ربك يعلـم انك تقـوم ادنى من ثلثي الليل ونصفه وثلثه وطائفة من الذين معك" (المزمل : آیت ۲۰)

> ترجمہ: بے شک آپ کا رب جانتا ہے کہ آپ (کبھی) دو تہائی شب کے قریب اور (کبھی) نصف شب اور (کبھی) ایک تہائی شب (نماز میں) قیام کرتے ہیں، اور اُن لوگوں کی ایک جماعت (بھی) جو آپ

کے ساتھ ہیں (قیام میں شریک ہوتی ہے)

(قرآن کریم۔سورۃ المزمل: آیت ۲۰)

اتنی دیر رات تک عبادت وریاضت میں مشغول رہنے کا روحانی ذوق وشوق ایک سچے سالک، عارف اور صوفی کامل کے سوا اور کس کے اندر پایا جاسکتا ہے؟

تصوف واحسان اوراخلاق کے ان تابناک پہلوؤں پراور بھی بہت کچھ لکھا جاسکتا ہے لیکن آج ضرورت اس بات کی ہے کہ تصوف وروحانیت اور پرامن پیغمبرانہ تعلیمات پر مبنی اسلام کو، سیاست زدہ، علیحدگی پسند، فاشسٹ اورانتہا پسندانہ نظریات کے چنگل سے آزاد کرنے کے لیے ہم ذہنی اور نظریاتی طور پر ہمہ تن پر تیار ہو جائیں۔

کیوں کہ عصر حاضر کا المیہ یہ ہے کہ وہ دین جسے محمد رسول اللہ ﷺ نے پرامن اقدار وروایات پر مبنی ایک روحانی نظام کے طور پر پیش کیا تھا اسے آج ایک فاششٹ، سیاست زدہ، پرتشدد، انتہا پسند، علیحدگی پسند، جابرانہ، مطلق العنان اور فسطائیت پر مبنی نظریہ میں تبدیل کیا جارہا ہے۔اس وقت اسلام ایک مشکل دور سے گزر رہا ہے۔غیر مسلموں کے اندر Islamophobia اور مسلم انتہاء پسندی کا خوف جنون کی حد تک بڑھ رہا ہے۔ مختلف قسم کے ذرائع سے ہمارے ملک ہندوستان اور دوسرے مسلم وغیر مسلم ممالک میں بھی انتہاء پسندی، علیحدگی پسندی، سیاست اور فسطائیت پر مبنی اسلام کی ایک خودساختہ اورروحانیت مخالف تشریح پیش کی جارہی ہے۔ایسے حالات میں اسلام کی اس حقیقی اور صحیح ترین شبیہ کو علمی وعملی طور پر سامنے لانا وقت کی اشد ضرورت ہے جو اخلاق وتصوف سے عبارت ہے۔

زیر نظر کتاب ''حقیقت تصوف'' حضرت والد محترم جناب الحاج صوفی شاہ محمد صابر حسین قادری مجیبی امانی مدظلہ کی انقلاب آفرین تصنیف ہے جس میں آپ نے تصوف، اسلامی معاشرے میں اس کی اہمیت اور مقام، دینی، معاشرتی اور دیگر حوالوں سے اس کی ضرورت اور آج کے اس پرفتن دور میں اسلام کے روحانی نظام کی ضرورت کو نہایت مدلل انداز میں بیان کیا ہے۔نیز تصوف کا بہترین اور متوازن تعارف کرایا ہے اور بہت اختصار

وجامعیت کے ساتھ "رسمی تصوف" اور "حقیقی تصوف" کا فرق واضح کیا ہے اور بتایا ہے کہ ہے کہ تصوف کس طرح آج کے زخموں کا مرہم اور دورِ حاضر کے دکھوں کا مداوا ہے۔

اسی طرح اس کتاب میں ایک طرف جہاں آپ نے دورِ حاضر میں تصوف کے حوالے سے جو غلط فہمیاں جنم لے چکی ہیں ان تمام کا ایک ایک کر کے مدلل اور مبسوط جواب دیا ہے۔ تو دوسری طرف مادیت زدہ مذہبی ذہن میں جو جو اشکالات پیدا ہو سکتے ہیں، انہیں بھانپتے ہوئے انکا براہ راست قرآن وحدیث اور صوفیائے کرام کے اقوال کی روشنی میں تدارک کیا ہے اور جہاں ضرورت پڑی جدید علمی، اور روحانی حوالوں سے علم تصوف پر دلائل دیئے ہیں۔ ان تمام کے باوجود زبان آسان وعام فہم استعمال کی گئی ہے تا کہ ہر طرح کے ضرورت منداس سے فائدہ اٹھا سکیں۔ بقول جناب حضرت مولانا خواجہ عبدالباری صاحب مدظلہ "مؤلف نے وہ تمام ضروری باتیں اس کتاب میں درج کردی ہیں جو اس راہ میں چلنے والوں کے لئے نہایت اہم ہیں...... یہ کتاب اس موضوع پر آسان زبان اور سہل لہجہ میں ایک بہترین مشعل راہ ہے۔ جو عام لوگوں کے لئے مفید ومعاون ہوگی۔"

اللہ عزوجل سے دعاء ہے کہ والدمحترم کی اس خدمت کو قبول فرما کر توشۂ آخرت بنائے اور اس کے استفادے کے دائرے کو وسیع فرما کر لوگوں کے نفع کا باعث بنائے۔ نیز ہم تمام کو تصوف کی برکتوں سے فیض یاب کرے اور اپنی رحمتوں اور نعمتوں سے سرفراز فرمائے۔ آمین

اخیر میں اپنے مشفق ومہربان والدمحترم مدظلہ کا بے انتہا احسان مند ہوں، جنھوں نے مجھ ناچیز کو اپنی اس کتاب ''حقیقت تصوف'' کو مرتب کرنے کا شرف بخشا جو میرے لئے باعث سعادت ہے۔ اسی طرح میں دل کی گہرائیوں سے ان کا ممنون اور مشکور ہوں کہ انہوں نے مجھے دینی علوم سے آراستہ کیا اور فراغت کے بعد بھی اپنے ذوق کے مطابق تعلیم حاصل کرنے کی پوری اجازت دی اور ہر طرح کا تعاون کیا۔ جن کی بے لوث دعائیں اور شفقتیں میرے لئے سرمایہ حیات ہیں، اسی طرح اس موقع پر میں اپنے برادر مکرم جناب

محمد رضوان احمد و جناب محمد عرفان احمد و خسر محترم جناب حکیم مولانا نبی جان صاحب اور تمام اساتذہ کرام کو یاد کرنا اپنی سعادت سمجھتا ہوں جن کی نیک تمنائیں، دعائیں اور محبتیں ہمیشہ میرے ساتھ رہتی ہیں اللہ عز و جل صحت و عافیت کے ساتھ ان تمام کا سایہ ہمارے سروں پر قائم رکھے۔ آمین

فیضان عارف

جواہر لال نہرو یونیورسٹی، نئی دہلی

۶/رجب المرجب ۱۴۳۷ھ ۔ ۱۴/اپریل ۲۰۱۶ء

تصوف کی حقیقت و تعریف

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تمہید

اسلامی تاریخ کو ناز ہے اور بجا طور پر ناز ہے کہ اس میں ایسے ایسے با کمال اور پاکیزہ نفوس گذرے ہیں جنہوں نے سالہا سال تک زمیں سے پہلو نہیں لگایا۔ برسوں تک شب بیداری کی اور ایک پلک سے دوسری پلک نہیں لگی۔ مدتوں تک صائم الدہر رہے اور ایسے کہ دنیا کی کسی نعمت سے لطف اندوز نہیں ہوئے۔ مگر باوجود ان ریاضتوں اور مشقتوں کے بالعموم انہوں نے دنیا ترک نہیں کی۔ قدرت نے جو فرائض بحیثیت انسان ان سے متعلق کیئے تھے ان کی پوری احتیاط اور اعتدال کے ساتھ پورا کرتے رہے۔ اور ان خوبیوں کے ساتھ ان کی روحانی پرواز بڑھتی رہی اور اتنی کہ ایک نگاہ آئینہ دل سے عمر بھر کی سیاہ کاریوں کا زنگ دور کر دیتی تھی اور ان کے آستانہ گدائی پر بڑے بڑے شاہان عالی وقار کے سر جھکے رہ جاتے تھے۔ انہی اللہ کے برگزیدہ بندوں کے طریقہ کار کو تصوف کہتے ہیں۔ اور یہ لوگ صوفیائے کرام کہلائے۔ لہذا تصوف علوم دین کا خلاصہ ہے۔ تصوف کے لئے شریعت اور شریعت کے لئے تصوف کی سخت ضرورت ہے۔

تصوف کی حقیقت و تعریف

لفظ تصوف کی اصلیت میں محققین کا اختلاف ہے اور مختلف روایتیں رائج ہیں۔ اسی طرح تصوف کی بنا کے متعلق بہت اختلاف ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ یہ صوف سے ماخوذ ہے۔ لفظ صوف کا معنی اون ہے۔ اکثر صوفیائے کرام ٹاٹ یا صوف کا لباس پہنا کرتے تھے اس لئے صوفی کہلائے۔

بعض کا قول ہے کہ چونکہ متصوفین صفائی قلب میں مصروف رہتے تھے۔اس لئے تصوف کو لفظ صفا سے اخذ کیا گیا ہے۔بعض کی تحقیق ہے کہ تصوف درحقیقت یونانی لفظ ''صوفس'' کا مشتق ہے۔جس کا ترجمہ عقل وحکمت ہے۔

علم تصوف کی بنا کے متعلق بھی بہت کچھ اختلاف ہے چنانچہ بعض کہتے ہیں کہ تصوف ہندو فلسفہ سے پیدا ہوا ہے۔بعض کا گمان ہے کہ یہ ارسطو کی تعلیمات کا اثر ہے لیکن یہ دونوں قیاس بالکل غلط ہیں۔کیونکہ علم تصوف خاص مسلمانوں کا ہے اور بالفاظ دیگر تصوف تقویٰ کا نتیجہ ہے جس سے قرآن واحادیث بھرے پڑے ہیں۔خالص اسلامی تصوف میں نہ ہندو فلسفہ کو دخل ہے اور نہ ارسطو کی تعلیمات کو۔

(۱) شیخ عبداللہ ابن مبارک نے ایک مرتبہ خواجہ حسن بصری سے سوال کیا کہ صوفی کون ہے۔آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا ھوالذی یکون فی وجھه حیاء وفی عینه بکاء وفی قلبه صفاء وفی لسانه ثناء وفی یده عطاء وفی وعده وفاء وفی نطقه شفاء یعنی صوفی وہ ہے جس کے چہرے پر حیاء، آنکھوں میں گریہ، دل کی پاکی، زبان پر تعریف، ہاتھ میں بخشش، وعدہ میں وفا اور بات میں شفا ہو۔

(۲) حضرت ابوسعید ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ سے تصوف کی ماہیت دریافت کی گئی۔تو آپ نے فرمایا۔جو کچھ تیرے دماغ میں ہے اسے نکال دے، جو کچھ تیرے ہاتھ میں ہے اسے پھینک دیے۔اور جو کچھ تیرے پاس آئے اس کو مت لوٹا۔بس یہی تصوف ہے۔

(۳) حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔تصوف باطل کو بھگاتا ہے، خودی اور نفس کو برباد کرتا ہے، شہوانی خیالات کو روکتا ہے، دل کو پاک کرتا ہے، خدا سے ملاتا ہے اور معرفت کے دشوار گذار راہ کو آسانی سے طے کراتا ہے۔

(۱) حضرت شیخ سید ابوالحسن علی ہجویری داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت

علی ابن ابوطالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "التصوف خلق ممن زاد علیك فی التصوف "یعنی تصوف نیک خوئی کا نام ہے۔ جتنا کوئی شخص نیک خوئی میں بڑھا ہوگا اتنا ہی تصوف میں بڑھ کر ہوگا۔

(۲) ابوالقاسم ابراہیم بن محمد النصر آبادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تصوف کی اصل یہ چیزیں ہیں۔

(۱) کتاب وسنت کی پابندی (۲) خواہشات وبدعات کا ترک (۳) مشائخ کرام کا احترام (۴) مخلوق کی معذرتوں کو قبول کرنا (۵) رخصتوں کے ارتکاب سے پرہیز کرنا (۶) تاویلات سے پرہیز

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ تصوف کی تعریف مستند کتابوں سے ثابت ہے۔ تصوف اب ایک مستقل علم کا نام ہے، اس لئے اس کی یہ تعریف کی گئی ہے۔ "تصوف ایک علم ہے جس سے نفوس کی پاکی، اخلاق کی صفائی اور ظاہر وباطن کی آبادی وآراستگی کے احوال معلوم ہوتے ہیں اور اس کا مقصد ابدی سعادت کا حصول ہے"۔

(۳) حضرت مرتعش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تصوف نیک خلق کا نام ہے (التصوف حسن الخلق)۔ اس کی تین قسمیں ہیں۔

ایک۔ خدائے بزرگ وبرتر کے ساتھ نیک خلقی

دوسرے۔ مخلوقات کے ساتھ نیک خلقی تیسری قسم نیک خلقی کی یہ ہے کہ۔ شیطان اور خواہشات نفسانی کی پیروی ہرگز نہ کی جائے

(۴) شیخ الاسلام حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ، تصوف اجتماع کے ساتھ ذکر، استماع کے ساتھ وجد اتباع کے ساتھ عمل کا نام ہے

(۵) عمرو بن عثمان مکی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ "تصوف یہ ہے کہ بندہ ہروقت اسی کام میں مشغول ہو جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہترین اور مناسب ترین ہو"۔

(۶) حضرت جنید بغدادی کے صحبت یافتہ ابوبکر کتانی نے کہا ہے کہ "تصوف اخلاق جمیلہ

سے آراستگی کا نام ہے جو شخص تم سے اخلاق حسنہ میں بڑھا ہوا ہے وہ تم سے صفائے قلب اور تصوف میں بڑھا ہوا ہے

(۷) حضرت ابوالحسن نوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ "خواہشات نفسانی کے ترک کردینے کا نام تصوف ہے"

(۸) حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ "مخالفت کی کدورت سے دل کو صاف کرنا تصوف ہے"

(۹) سیدنا امام محمد باقر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ تصوف اخلاق کا نام ہے تو جس نے اخلاق زیادہ کیا تصوف کو زیادہ کیا

(۱۰) سلطان المحققین حضرت شیخ شرف الدین احمد بہاری رحمۃ اللہ علیہ نے تصوف کی تعریف یوں کی ہے "تصوف کا ضابطہ اور قانون بہت دیرینہ ہے۔ یہ کوئی نئی چیز نہیں ہے۔ اس پر پیغمبروں اور صدیقوں کا عمل رہا ہے۔ تصوف تو دین ایمان کی جان ہے۔ اہل طریقت کے یہاں تصوف کی تین قسمیں ہیں (۱) صوفی (۲) متصوف (۳) مشتبہ

(۱۱) حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "تصوف باطل کو بھگاتا ہے، خودی اور نفس کو برباد کرتا ہے، شہوانی خیالات کو روکتا ہے، دل کو پاک کرتا ہے اور خدا سے ملاتا ہے"۔

تصوف کے اقسام

تصوف کی کتابوں کا مطالعہ کرنے کے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ عام طور سے تصوف کی تین قسمیں پائی جاتی ہیں (۱) مومنانہ تصوف (۲) فلسفیانہ تصوف (۳) ملحدانہ تصوف

۱۔ مومنانہ تصوف۔ یعنی اسلامی تصوف جن حقائق کا نام ہے۔ وہ کتاب وسنت سے براہ

راست ثابت ہے۔ اور ایمان و اسلام کے لازمی تقاضے ہیں۔لہٰذا آج تک کسی مومن مخلص نے اس سے اختلاف نہیں کیا۔

۲۔ فلسفیانہ تصوف۔اس تصوف کی بنیاد فلسفۂ یونان اور علم الکلام کی دوراز کار بحثوں پر قائم کی گئی ہے۔اس میں بہت سی ایسی چیزیں داخل کی گئی ہیں جن کی تائید کتاب وسنت سے نہیں ہوتی۔ نیز یہ کہ قرآنی حقیقتوں کی فلسفیانہ تشریح کر کے انہیں کچھ سے کچھ بنادیا گیا ہے۔

۳۔ ملحدانہ تصوف۔ یہ ملحدین اور گمراہ لوگوں کی جماعت ہے جو صوفیہ کے بھیس میں در اصل منافق ہوتے ہیں۔ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ جب صوفی مقام یقین پر فائز ہو کر خدا رسیدہ ہو گیا تو اب وہ نماز ،روزہ، زکوٰۃ ،حج اور اس طرح کے شرعی احکام کا مکلّف نہیں رہتا۔اس گروہ کے نزدیک طریقت و شریعت بالکل علاحدہ ہے۔اسی طرح ان کے یہاں شریعت صرف مدرسہ سلوک کے مبتدی طلبہ کے لئے ہے۔ا س تصوف نے مسلم عوام کو بہت نقصان پہنچایا ہے۔اس لئے علمائے حق اور صوفیاء کرام ہمیشہ سے اس کی تردید کرتے رہے ہیں۔لہذا کسی مومن مخلص کو اس کے قابل ترک ہونے میں کوئی شبہہ نہیں ہونا چاہئے۔

چنانچہ اسی تصوف اور اس کے متبعین کے بارے میں علامہ اقبال نے کہہ دیا تھا کہ۔

یہ معاملے ہیں نازک ، جو تری رضا ہو تو کر
کہ مجھے تو خوش نہ آیا ، یہ طریق خانقاہی

(بال جبریل ص ۴۵)

مومنانہ اور حقیقی تصوف

صوفیائے کرام کے ان تمام اقوال سے یہ بات ثابت ہوتی ہیکہ مومنانہ تصوف دراصل یہی حقیقی تصوف ہے۔اور جو شخص اس کی ایک جھلک دیکھ لیتا ہے وہ کبھی تصوف سے منہ

نہیں موڑ سکتا ہے۔ چنانچہ یہی علامہ اقبالؒ جو رسمی تصوف اور طریق خانقاہی سے بے زار تھے ۔حقیقی تصوف اور اولیاء اللہ کے بارے میں ان کی رائے بالکل الگ ہے۔ جو کہتے ہیں۔

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی ،ارادت ہو تو دیکھ ان کو
ید بیضاء لئے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

(بانگ درا، ص ۱۰۴)

اور یہی اقبالؒ جب سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے آستانے پر حاضر ہوتے ہیں تو اس قدر بلند الفاظ میں ان کو خراج عقیدت پیش کرتے ہیں کہ کیا کوئی صوفی کرے گا۔ انہوں نے التجائے مسافر کے نام سے ایک لمبی نظم کہی ہیں جس میں وہ حضرت محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق یہاں تک کہہ گئے ہیں۔

فرشتے پڑھتے ہیں جس کو وہ نام ہے تیرا
بڑی جناب تیری ، فیض عام ہے تیرا

آگے کہتے ہیں۔

تیری لحد کی زیارت ہے زندگی دل کی
مسیح وخضر سے اونچا مقام ہے تیرا

حقیقی تصوف باطنی قوت سے تعلق رکھتی ہے اور اس کی تاثیر شیخ کے دل سے مرید کے دل میں روحانی طور پر منتقل ہوتی ہے اور وہ جب قرب الٰہی کی منزلیں طے کرتا ہے تو اس میں ایک خاص قسم کی روحانی طاقت پیدا ہوتی ہے۔

بخاری شریف کی حدیث قدسی ہے یعنی اللہ تعالی کا ارشاد حضور ﷺ کی زبانی ہے کہ بندہ جب فرض عبادتیں انجام دیتے رہنے کے بعد نوافل کی پابندی کرتا ہے تو وہ اللہ تعالی کے نزدیک سے نزدیک تر ہوتا چلا جاتا ہے اور اس کے بعد ایک ایسی منزل آتی ہے کہ اللہ تعالی فرماتا ہے کہ میں اسے محبت کرنے لگتا ہوں تو پھر اسکا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے ، میں اسی نگاہ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، میں اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے

وہ پکڑتا ہے۔میں اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے، پھر جب وہ مجھ سے سوال کرتا ہے تو میں اس کو پورا کرتا ہوں۔غرض یہ کہ وہ پوری طرح اللہ کے رنگ میں رنگ جاتا ہے اور اس کے اندر اللہ کی غیبی طاقت آجاتی ہے پھر وہ جو کچھ کرتا ہے اللہ رب العالمین کی خصوصی مدد اس کے ساتھ ہوتی ہے۔

تصوف کا ایک اہم حصہ اخلاقیات پر مشتمل ہے جس میں انسان کی اخلاقی بیماریوں کا علاج ہوتا ہے یہ بھی تصوف ہی کا ایک اہم حصہ ہے۔مثلاً غصہ، کبر، خود پسندی، حسد، جھوٹ اور غیبت وغیرہ یہ تمام اخلاقی وروحانی بیماریاں، اور طب جسمانی ہی کی طرح اس فن میں بھی ان کی علامات، اسباب اور پھر ان کے علاج بیان کئے گئے ہیں، ایک صاحب باطن جب ان بیماریوں کے مریض کو اپنی باطنی نگاہ سے دیکھتا ہے تو یہ بیماریاں سانپ، بچھو، کتا، بھیڑیا وغیرہ کی شکل میں نظر آتی ہیں، پھر وہ مخصوص تدبیروں کے ذریعے اس کا علاج کرتا ہے۔

بہر حال، حقیقی تصوف آج دنیا میں نا پید تو نہیں ہے لیکن کمیاب ضرور ہے اور یہی وہ نسخہ کیمیا اور مخصوص تریاق ہے جس کی آج کے ماحول میں سخت ضرورت ہے، خود ہندوستان اور دنیا کے بیشتر ممالک میں اسلام صوفیاء کرام ہی کی کوششوں سے پھیلا ہے۔

یہاں کے نظام تصوف کے بارے میں کچھ خامیوں کا ذکر کیا جاتا ہے، میں کہتا ہوں کہاں کا تصوف آمیزش سے پاک ہے؟ اور ایک تصوف ہی کیا کونسا نظام خامیوں سے محفوظ ہے؟ خامیوں کو دور کرنے کی کوشش کی جانی چاہئے نہ کہ خرابیوں کی وجہ سے کسی نظام ہی کو اٹھا کر پھینک دیا جائے۔کپڑا میلا ہوتا ہے دھو لئے جاتے ہیں پھینک نہیں دئے جاتے، مولانا جلال الدین رومیؒ فرماتے ہیں۔

بہر کیکے تو گلیمے رامسوز
ازصداع ہر مگس مگزا رروز

(یعنی جوؤں کی وجہ سے گدڑی نہ جلا ڈالو، اور مکھیوں سے تنگ آکر دن میں باہر نکلنا نہ بند کردو)

شریعت، طریقت اور حقیقت

یہ عقیدہ سراسر غلط ہے کہ شریعت، طریقت اور حقیقت ایک دوسرے سے مغائر یا جدا گانہ حقیقت ہے۔ دیکھئے بادام کے اندر تین چیزیں ہوتی ہیں پوست، مغز اور روغن یہ تینوں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہیں بلکہ ایک دوسرے کا خلاصہ ہیں۔ پوست کا خلاصہ مغز ہے اور مغز کا خلاصہ روغن ہے۔ اسی طرح شریعت کا خلاصہ طریقت اور طریقت کا خلاصہ حقیقت ہے۔ انسان جب تک دنیاوی الجھنوں اور لذتوں میں الجھا رہتا ہے، غفلت اور وسوسوں کے ہجوم سے اس کا دل سیاہ ہوجاتا ہے دل پر سیاہی کا چھاجانا۔ آج کل جاہل صوفیوں اور نفس پرست پیروں نے نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج وغیرہ سے یہ کہہ کر آزادی حاصل کرلیا ہے کہ ''ہم اہل طریقت ہیں ہمیں شریعت کی پابندیوں سے کیا مطلب؟ شریعت اور ہے طریقت اور'' نعوذ باللہ ہزار نعوذ باللہ۔ واضح رہے کہ شریعت اور طریقت دونوں ایک ہی سرچشمۂ نبوت کی دو نہریں ہیں اور آپس میں ایک دوسرے کے قطعاً مخالف نہیں اور وہ طریقت اور حقیقت جو شریعت کے مخالف ہو وہ طریقت نہیں بلکہ بے دینی ہے۔ جیسا کہ حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے

''وہ حقیقت جس کو شریعت رد فرمائے وہ حقیقت نہیں بلکہ بے دینی ہے''

حضرت خواجہ عبداللہ احرار رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے:

''شریعت احکام کے ظاہری احوال کا نام ہے اور انہیں احکام پر دل جمعی کے ساتھ عمل کرنا یہ طریقت ہے۔ اور اس دل جمعی میں رسوخ کا ملکہ پیدا ہوجانا حقیقت ہے''

حضرت علاؤالدین ابوالقاسم قشیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔

''خدا کی بندگی کو لازم پکڑنا شریعت ہے اور اس کی الوہیت کا مشاہدہ کرنا حقیقت ہے۔ لہٰذا جو شریعت حقیقت کی تائید کے بغیر ہو وہ نامقبول ہے اور جس حقیقت کے ساتھ شریعت کی قید نہ لگی ہو وہ لاحاصل ہے''۔

مراحل تصوف

تصوف ایک ایسا جامع، ہمہ گیر تصور حیات ہے جو اپنے مقاصد کے اعتبار سے معراج حیات ہے۔ صوفیاء کرام نے مقاصد کے اعتبار سے تصوف کو چھ مراحل میں تقسیم کیا ہے۔ یعنی اگر یہ چھ مقاصد متحقق ہو جائیں تو تصوف کی راہ میں سالک کی پوری جدوجہد اپنی تکمیل اور کمال کو پہنچ جاتی ہے۔

پہلا مرحلہ:

''تزکیہ نفس'' ہے کہ سالک اپنے من کو تمام آلائشوں اور کدورتوں سے پاک کر دے۔ تزکیہ نفس کا نقطہ آغاز یہ ہے کہ انسان دوسروں کو خود سے بہتر متصور کرے۔ جو انسان ہر وقت اپنی ذات کے حصار میں مقید اور اپنی ہستی اور خود پرستی کا شیدا ہو تو اسے تصوف کی گرد بھی نصیب نہیں ہو سکے گی۔ اس حقیقت کو سمجھنے کیلئے بزرگان دین اور صوفیائے کرام کے تزکیہ نفس کے طرز کو بطور مثال پڑھنا چاہئے۔

دوسرا مرحلہ:

''صفائے قلب'' ہے۔ جب نفس انسانی گناہ کی آلائشوں اور رذائل اخلاق سے پاک ہو جاتا ہے تو انسان کے قلب و باطن پر اس طہارت کے اثرات مرتب ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔ صفائے قلب، قرآن وسنت کی بنیادی تعلیم ہے۔ حدیث شریف میں واضح الفاظ ہیں کہ بے شک جسم میں ایک لوتھڑا ہے اگر وہ صحیح ہو جائے تو سارا جسم صحیح ہو جاتا ہے اور اگر وہ خراب ہو جائے تو سارا وجود خراب ہو جاتا ہے۔ خبردار آگاہ رہو وہ دل ہے (صحیح بخاری 1:13) ایک حدیث میں یہ بھی بیان ہے کہ ''بے شک دل زنگ آلود ہو جاتے ہیں جس طرح لوہے کو زنگ لگ جاتا ہے۔ لہٰذا تم اس کے زنگ کو اللہ کے ذکر سے دور کرو''

تیسرا مرحلہ:

''اطاعت حق'' ہے جس کے متحقق ہونے کا الٰہی اصول ہے۔ ''من یطع الرسول

فقد اطاع اللہ" حضرت بایزید بسطامی رحمہ اللہ علیہ کے بارے منقول ہے کہ انہوں نے پوری زندگی خربوزہ کاٹ کر نہ کھایا۔ کسی نے وجہ دریافت کی تو فرمایا میں کوشش کے باوجود آج تک معلوم نہ کرسکا کہ میرے آقا ﷺ نے خربوزہ کس طرح کاٹ کر کھایا اور مجھے ڈر تھا کہ کہیں الٹی سمت سے کاٹ کر نہ کھالوں۔ صوفیائے کرام کا اس حد تک اطاعت پر قائم رہنا انہیں استقامت کی منزل تک پہنچا دیتا ہے۔

چوتھا مرحلہ:

تعلیمات و مقاصد تصوف کے مراحل میں چوتھا مرحلہ محبت الٰہی ہے۔ والذین امنوا اشد حبا للہ (البقرۃ، 160:2) یعنی "جو لوگ ایمان والے ہیں وہ اللہ سے شدید ترین محبت کرنے والے ہیں"۔

پانچواں مرحلہ:

پانچواں مرحلہ رضائے الٰہی ہے۔ محبت الٰہی کا نقطہ کمال یہ ہے کہ انسان اللہ کی رضا پر راضی ہو جاتا ہے۔ رضائے الٰہی کا تحقق تصوف کا پانچواں مقصد ہے۔ "ورضوان من اللہ اکبر (التوبہ)" مقام رضا، دراصل وہ کیفیت عظمیٰ ہے۔ محبوب، محبّ کو جس حال میں بھی رکھے خوش رہے۔ اسے تکلیف بھی ہو تو وہ راحت کا سامان بن جائے۔

چھٹا مرحلہ:

جب بندہ چھٹا مرحلہ رضائے الٰہی کو طے کر لیتا ہے تو یہاں مرحلہ "معرفت الٰہی" آتا ہے۔ تو یہاں حجابات مرتفع ہونے لگتے ہیں۔ ذات الٰہی کی معرفت نصیب ہوتی ہے۔ تو اس طرح سالک کی پوری جد و جہد تصوف کی راہ میں اپنی تکمیل اور کمال کو پہنچ جاتی ہے۔

صوفی کسے کہتے ہیں

(۱) مخدوم جہاں حضرت شیخ شرف الدین احمد بہاری نے مکتوبات صدی میں تحریر فرمایا ہے کہ "صوفی وہ ہے جو اپنی ہستی فنا کر چکا ہو اور اللہ کے ساتھ باقی ہے۔ خواہشات

نفسانی کے قبضے سے باہر اور حقائق موجودات کا ماہر ہے"

(۲) خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ "صوفی وہ ہے جس کے چہرے پر حیا، آنکھوں میں گریہ، دل میں پاکی، زبان پر تعریف، ہاتھ میں بخشش، وعدہ میں وفا اور بات میں شفا ہو"

(۳) حضرت ابوسعید ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ "جو کچھ انسان کے دماغ میں ہے اسے نکال دے، جو کچھ اس کے ہاتھ میں ہے اسے پھینک دے اور جو بھی اس کے پاس پہنچے (سودی) اس کو مت لوٹائے وہی اصل صوفی ہے"

(۴) حضرت ابوالحسن نوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا "صوفی وہ لوگ ہیں جو بشریت کی کدورت سے آزاد ہو گئے ہیں اور نفسانی خواہشوں اور آفتوں سے صاف ہو کر اخلاص کے ساتھ صف اول میں خدا کے سامنے ہیں"

(۵) حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "صوفی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کو ساری چیزوں پر اختیار کیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے بھی ان کو ساری چیزوں سے چن لیا ہے"

(۶) شیخ المشائخ حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری قدس سرہ نے فرمایا کہ "صوفی اس شخص کو کہتے ہیں جو اپنے آپ کو حق میں فنا کر دے اور اس کے اندر کوئی کدورت اور تیرگی باقی نہ رہے"

(۷) حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "صوفی باطل کو بھگاتا ہے، خودی اور نفس کو برباد کرتا ہے، شہوانی خیالات کو روکتا ہے، دل کو پاک رکھتا ہے اور خدا کے سوا کسی کو نہیں دیکھتا ہے"

(۸) حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری قدس سرہ نے فرمایا کہ "صوفی وہ ہے جو تمام مخلوق خدا کو بلا امتیاز مخدوم اور اپنے آپ کو خادم سمجھے ان سب کو اپنے سے بہتر اور سب کی خدمت کو اپنے اوپر واجب الأدا تصور کرے۔

صوفی اور غیر صوفی کا فرق

صوفیاء کرام کا معاملہ یہ ہے کہ یہاں چراغ سے چراغ جلتا ہے اور ان کے اصل علوم سینہ بسینہ چلتے ہیں، شریعت کی پابندی تو ہر کلمہ گو کے لئے ضروری ہے اور صوفی کے لئے اور زیادہ ضروری ہے، لیکن ان کے یہاں اصل توجہ باطن کی روشنی پر ہوتی ہے، ان کی گاڑی عشق الٰہی کے اسٹیم ہی سے چلتی ہے، اسی لئے خلق خدا کے تمام نقائص کے باوجود ان سے رابطہ نہیں توڑتے جیسا کہ خود اللہ عز وجل بھی اپنی مخلوق کی نافرمانیوں کے باوجود ان پر اپنی نوازشیں جاری رکھتا ہے۔ یہی طریقہ حضور اکرم ﷺ کا ہے کہ ہر شخص سے شان رحمۃ اللعالمینی کے ساتھ پیش آتے ہیں۔

دوسرے طبقات ملت کے یہاں کسی کو اپنے سے قریب کرنے کے لئے کچھ انہیں اپنانے کے لئے شرطیں ہوتی ہیں کہ آدمی میں یہ صلاحیت ہو، اتنی تعلیم یافتہ ہو، ایسا چہرہ مہرہ ہو، فلاں فلاں برائیوں سے بچتا ہو وغیرہ۔ لیکن ایک درویش، اللہ کا سچا ولی اور رحمۃ اللعالمین ﷺ کے رنگ میں رنگا ہوا امتی بغیر کسی شرط کے اللہ کے تمام بندوں پر پیار کی بارش کرتا ہے، ہر ایک کو سینے سے لگاتا ہے، آج کے بے طلب لوگوں بلکہ اپنی جان کے دشمن انسانوں کے لئے اگر کسی کے پاس نسخہ شفاء اور آب حیات ہے تو وہ صرف اور صرف صوفیاء کرام ہیں، حافظ شیرازی نے کیا خوب کہا ہے۔

بندہ پیر خراباتم کہ لطفش دائم است ورنہ لطف شیخ وزاہد گاہ ہست وگاہ نیست

(یعنی میں تو اپنے مرشد کا غلام ہو گیا ہوں جس کی مہربانیاں ہمیشہ اور ہر حال میں ہیں، ورنہ شیخ کے لطف وعنایات تو کبھی ہیں اور کبھی نہیں)

میں اس سلسے میں نمونے کے طور پر صرف دو واقعات بیان کرتا ہوں:

(۱) حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کی خانقاہ میں دکن کا ایک اجڑا ہوا نواب راج کمار ہردیو آتا ہے جو علاء الدین خلجی کے حملے میں برباد ہو کر کسی طرح جان بچا کر آ گیا تھا

اُس کو اِس درویش کی خانقاہ ہی نظر آئی، اور وہ چالیس دن یہاں رہا، لوگوں کو مرید ہوتے ہوئے دیکھا تو مرید ہونے کی درخواست کردی حضرت نے جانتے بوجھتے ہوئے اس غیر مسلم کو مرید کرلیا۔ حالانکہ حضرت کے لنگر سے فیضیاب ہونے کے لئے مسلمان ہونا بھی ضروری نہیں تھا، لیکن مرید ہوا تو بعد میں مسلمان بھی ہوگیا۔

(۲) حضرت اقدس فخر الدین نظامی رحمۃ اللہ علیہ جو فخر پاک کے نام سے مشہور ہیں انکے پاس ایک شرابی جو گندی حالت میں پسینے اور میل کچیل میں بھرا ہوا تھا آیا اور ان سے بغل گیر ہوگیا، انہوں نے محبت سے لپٹایا، کمر پر ہاتھ پھیرتے رہے تسلی دیتے رہے، جب وہ چلا گیا تو لوگوں نے کہاں حضرت! یہ اس قدر نشہ میں دھت میلا کچیلا تھا آپ نے اسے لگالیا؟

حضرت اقدس فخر الدین نظامی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا میلا کچیلا تھا نہالے صاف ہوجائے گا، گناہوں میں مبتلا ہے، توبہ کرلے گا پاک ہوجائے گا لیکن اگر میں اس کو دھتکار دیتا اور اس کا دل توڑ جاتا تو وہ کیسے جڑتا؟

حضور اکرم ﷺ نے کعبہ اللہ کو مخاطب کر کے فرمایا تھا کہ " کیسا پیارا ہے تو! کس قدر پاکیزہ ہے تیری خوشبو! کس قدر باعظمت ہے تو! اور کس قدر بلند ہے تیرا مرتبہ! لیکن اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے مومن کی عظمت اور اس کا مرتبہ اللہ کی نظر میں تیرے مرتبے سے بھی بلند ہے، اس کے مال کا بھی اور اس کے خون کا بھی اور یہ بھی اس کا حق ہے کہ اس کے متعلق اچھا گمان رکھا جائے" (ابن ماجہ ص ۲۹۰)۔

میر تقی میر نے کیا خوب کہا ہے ۔

دل وہ نگری نہیں کہ پھر آباد ہوسکے   بچھتاؤ گے۔ سنو ہو!۔ یہ نگری اجاڑ کے

اس سلسلے میں عبدالرحیم خاناں مرحوم کا یہ ہندی شعر مجھے پسند ہے ۔

رحیما! دھاگا پریم کا مت توڑ و چٹکائے
ٹوٹے پاچھے نا جڑے، جڑے گانٹھ پڑ جائے

یہ حقیقت ہے کہ یہ طرز یہ اخلاق صوفیاء کرام نے خود رحمۃ للعالمین ﷺ سے لیا ہے، اوپر اہل طائف کے ساتھ آپ ﷺ کے سلوک کا ذکر آچکا ہے، مزید ملاحظہ فرمائیے:

مسند احمد اور ابوداؤد وغیرۃ میں ایسی روایات موجود ہیں کہ بعض لوگوں نے اسلام قبول کرنے کے لئے یہ شرط رکھی تھی کہ وہ نہ تو زکوۃ دیں گے اور نہ جہاد کریں گے۔ آپ ﷺ نے شرطیں منظور فرمالی اور بعد میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین سے ارشاد فرمایا کہ یہ لوگ کچھ دن کے بعد زکوۃ بھی دیں گے اور جہاد بھی کریں گے۔ اسی طرح ایک شخص نے یہ شرط رکھی کہ میں اسلام تو قبول کرلوں گا مگر صرف دو وقت نماز پڑھوں گا، اور ایک روایت میں ہے کہ اسنے کہا کہ وہ صرف ایک ہی نماز پڑھے گا۔ آپ ﷺ نے اس شرط کے ساتھ بھی اس اسلام کا قبول فرمالیا۔ (نیل الأوطار، ج ۷، ص ۲۱۰)

وجہ یہ ہے کہ آپ ﷺ کو معلوم تھا کہ یہ لوگ اسلام سے ناواقفیت کی وجہ سے ایسی باتیں کررہے ہیں، جب یہ اسلامی معاشرے میں رہینگے اور اسلام کے بارے میں جانیں گے اسلام ان کے اندر رچ بس جائیگا تو اسلام کی ہر بات کو یہ خود ہی شوق سے مانیں گے۔ چنانچہ امام غزالی رحمہ اللہ تعالی علیہ نے لکھا ہے "عرب کے دیہاتوں اور بدوؤں سے حضور ﷺ نے تصدیق واقرار کے علاوہ مزید دینی تفصیلات اور شرعی دلائل سیکھنے کا مطالبہ نہیں فرمایا" (احیاء العلوم ۱/۱۳)

اور یہی حال حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمہ اللہ تعالی علیہ کے ہاتھ پر مسلمان اسلام قبول کرنے والے کا تھا، اتنی بڑی تعداد یعنی لاکھوں کی تعداد میں لوگ مسلمان ہوئے تھے تو ظاہر ہے کہ ان کو ساری اسلامی تعلیمات ہاتھ کے ہاتھ سکھائی نہیں جاسکتی تھیں، بس کلمہ پڑھوا کر موٹی موٹی چند باتیں سکھادی گئی تھیں، اب یہ کام بعد والوں کا تھا، اور ہے۔ کہ ان بے علم اور ناواقف مسلمانوں کو دین کی تمام باتیں سکھائیں۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ صوفیاء کرام کے یہاں ہر بگڑے ماحول میں اپنی بات کو پیش کرنے اور اسے مقبول بنانے کا سلیقہ ہوتا ہے۔ اور وہ نامساعد حالات، مخاطب کی بے

التفاتی، بلکہ بے رخی، اوراس سے آگے بڑھ کر، عناد و مخالفت کے باوجود اپنے ہدف اپنے مشن سے نہیں ہٹتے۔

اولیاالله کون لوگ ہیں

عربی زبان میں ولی کے معنی کسی شی سے قربت ہونا ہے۔ولی اسم فاعل ہے اس کے معنی قریب اور دوست۔اولیاء ولی کی جمع ہے، ولی اللہ یعنی اللہ کا دوست۔عربی لغت اور قرآن وحدیث کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ ولی کا لفظ حسب ذیل معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

(۱) قریب (۲) دوست (۳) بااختیار نگراں کار (۴) کارساز (۵) مددگار (۶) تابع و مطیع (۷) ساتھی (۸) وارث

ان تمام معنی پر غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ محبت اور قرب لفظ ولی کا اساسی معنی و مفہوم ہے اسی مناسبت سے دوسرے معانی بھی پیدا ہوتے ہیں۔چنانچہ قرآن پاک میں کئی جگہ آیا ہے (۱) اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندے کا ولی ہے (۲) اللہ تعالیٰ کے مومن بندے ان کے اولیاء ہیں (۳) شیطان کافروں اور مشرکوں کا ولی ہے (۴) کافر و مشرک شیطان کے اولیاء ہیں (۵) اللہ ایمان والوں کا ولی ہے، انہیں اندھیروں سے روشنی میں نکال لاتا ہے۔مخدوم جہاں حضرت مخدوم شرف الدین احمد بہاری قدس سرہ مکتوبات صدی میں ولی کی تعریف یوں کرتے ہیں "ولی وہ ہوگا جو خداوند عز وجل کے افضال واحسان کا ہر وقت وہمہ دم مورد بنا رہے۔ولی وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ کی بندگی میں سستی نہ ہو اور خلق کی خدمت میں دیر نہ لگائے اور نہ اس سے ہچکے۔اس کی اطاعت دوزخ کے ڈر سے یا آخرت میں بہشت کی امید طمع نہ ہو۔اس کی نگاہ اپنی بڑائی پر نہ ہو اور اپنے اعمال کی کچھ وقعت و قیمت اس کی نظر میں نہ ہو۔اللہ تعالیٰ ولیوں کو اپنی دوستی اور ولایت کے لئے منتخب کر لیا ہے۔اور وہی ولی اللہ تعالیٰ کے ملک کے والی ہیں اور مقبول بندے ہیں۔اللہ تعالیٰ اپنے افعال کا اظہار اس عالم میں انہیں اولیاء کے ذریعے اور واسطے سے کرتا ہے۔اور انہیں طرح طرح

کی کرامتوں کے ساتھ مخصوص کر لیتا ہے، ان کا انس اس کی ذات کے سوائے دوسرے کے ساتھ نہیں۔ ولی آج سے پہلے بھی تھے، اب بھی ہیں اور قیامت تک رہیں گے، ان کو اس عالم کا حکمراں بنایا ہے، آسمان سے بارش انہیں کے قدم کی برکت سے ہوتی ہے، انہیں کے احوال پاکیزہ کا فیض ہے کہ نباتات زمیں سے اگتے ہیں، کفار پر فتح ونصرت مسلمانوں کو انہیں کی بدولت ہوتی ہے''۔

اللہ تعالیٰ جب اپنے آپ کو مومنوں کا ولی کہتا ہے تو اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ وہ ان کا دوست ہے۔ اس کی رحمت ان سے قریب ہے۔ وہی ان کا کارساز ومددگار ہے۔ وہی ان کا رفیق اعلیٰ اور اس کی بااختیار نگراں اور ان کا محافظ ہے اور وہ جب مومنوں کو اولیاء اللہ قرار دیتا ہے تو اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ مومن بندے اس کی محبت کے متوالے، اس کی رحمت نظر عنایت کے آرزومند اس کی نصرت وکارسازی پر بھروسہ کرنے والے، اس کے اشاروں پر چلنے والے، اس کی رفاقت کے جویاں اور اس کی مرضیات میں اپنی مرضیات کو گم کردینے والے ہیں۔ اس مسئلے کی وضاحت کے لئے چند آیتوں کے ترجمے ذیل میں پیش کئے جاتے ہیں۔

(۱) اللہ ایمان والوں کا ولی ہے، انہیں اندھیروں سے روشنی میں نکال لاتا ہے۔ (البقرۃ: آیت:۲۵۷)

(۲) جسے حکمت ودانائی عطا کی گئی اسے بہت بڑی بھلائی نصیب ہوگئی۔ (البقرۃ: آیت:۲۶۹)

(۳) وہ جو سچی بات لایا اور جس نے اس کی تصدیق کی وہی لوگ متقی ہیں۔ ان کے لئے وہ سب کچھ ہے جو وہ چاہیں۔ رب کے پاس یہ بدلہ مومنوں کا ہے۔ (الزمر: آیت: ۳۳۔۳۴) جو اللہ کے دوست ہیں ان کو نہ کچھ خوف ہوگا اور نہ وہ غمناک ہوں گے (یونس: آیت:۶۲)

بہرحال، اللہ عزوجل پر سچا ایمان، قول وعمل میں سچائی، مصائب ومشکلات میں صبر، اللہ کی فرمانبرداری اور اپنے مال میں فیاضی، ان تمام صفات کے باوجود ان اولیاء کرام کے تواضع واستکانت اور عجز ونیاز کا حال یہ ہے کہ رات کے پچھلے پہر اطاعت وفرمانبرداری

وتقصیر کی معافی مانگا کرتے ہیں تو یہ ہے اصل تقوي اور یہ ہیں اصل متقي۔

قرآن وحدیث میں متقین وصالحین کی اصلا دو قسمیں بیان کی گئی ہیں (۱) مقربین (۲) ابرار۔ مقربین کی تعبیر کہیں "السابقون" اور کہیں "السابقون بالخیرات" سے بھی کی گئی ہے۔ اسی طرح ابرار کو اصحاب الیمین کے لفظ سے بھی ذکر کیا گیا ہے۔ ان دونوں قسموں کی صفات اور آخرت میں ان کی جزا کا علم حاصل کرنے کے لئے سورۃ "فاطر"، "واقعہ"، "دہر" اور "مطففین" کی سورتیں مطالعہ کرنی چاہیے۔ "الذین آمنوا وعملوا الصالحات" ہی کی ایک اور تقسیم قرآن پاک میں پائی جاتی ہے۔ وہ ہے انبیاء، صدقین، شہداء اور صالحین۔ لیکن درحقیقت یہ چار قسمیں بھی اپنی دو قسموں میں داخل ہیں۔ اللہ کی کتاب نے مقربین وابرار کی صفات وخصوصیات کو پوری تفصیل سے بیان کیا ہے اور کوئی بھی قابل ذکر بات نہیں چھوڑی ہے۔ اولیاء اللہ کی صفات وخصوصیات اور ان کے مرتبہ کو جاننے کے لئے قرآن کریم بالکل کافی ہے اور وہی آخری سند ہے اور وہی کامل معیار بھی ہے۔ جو اس معیار پر کھرا اترا وہی کامل ولی ہے۔

خداوند تعالیٰ نے ولیوں کے دل میں وہ لطافت دی ہے جسکے فضل سے وہ حق بات جانتے ہیں۔ اور یہ بات ولیوں کے سوا دوسروں کو حاصل نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ لطافت قلب کی وجہ سے ان کو اس بات کا اندازہ ہوجاتا ہے کہ فلاں بات جو بطور کرامت یا عطا کے عنایت ہوئی ہے وہ بالکل حق ہے۔ ولیوں کی شان تو یہ ہے کہ وہ کرامت کی طرف نگاہ بھی نہ کرے اور نہ اپنے کو صاحب کرامت ہی سمجھے۔ جن کو اللہ تعالیٰ صاحب ولایت بناتا ہے وہ کرامت کو کوئی چیز نہیں سمجھتا اور نہ اپنے آپ کو صاحب کرامت جانتا ہے۔ ولی ہوگا تو اس کی نظر کرامت پر نہیں ہوگی، کرامت پر نظر ہوگی تو ولایت باقی نہیں رہے گی۔ اولیاء اللہ بھی جب تک کرامت سے منہ پھیر نہ لیں گے ولی نہیں رہ سکتے ولی کے لئے کرامت ہی بت ہے ولی اگر کرامت کے ساتھ قرار پکڑے تو جمال خداوندی سے محجوب اور درجۂ ولایت سے معزول رہے گا۔

پیری مریدی کا بیان

پیری مریدی کا بیان

موجودہ زمانہ میں پیری مریدی کی جس قدر مٹی پلید ہے نا قابل بیان ہے۔نہ پیروں میں پیروں کی سی شان نظر آتی ہے اور نہ مریدوں میں مریدوں کی سی بات، ایک رسم ہے جو جاری ہے۔یہ حقیقت ہے کہ موجودہ زمانہ میں صحیح معنی میں پیر بڑی مشکل سے ہی مل سکتا ہے۔مگر اندھیری رات میں آفتاب کی عدم موجودگی میں چراغ سے روشنی حاصل کی جاتی ہے۔رات میں آفتاب کہاں سے لایا جائے۔

پیر کامل کی پہچان

پیر حقیقی معنی میں وہی پیر ہے جس میں حسب ذیل شرائط پائے جاتے ہوں۔

(۱) پیر مسلک صحیح رکھتا ہو۔

(۲) حقوق شرائط کی ادائیگی میں کوتاہی نہ کرتا ہو۔

(۳) مذہب اہل سنت والجماعت سے رکھتا ہو۔

(۴) اتنا علم رکھتا ہو جس سے شریعت کی پوری معلومات حاصل ہو۔جاہل پیر شیطان کا آلہ کار ہوتا ہے۔

(۵) فرائض وواجبات، سنن اور مستحبات کی ادائیگی میں کوتاہی یا سستی نہ کرتا ہو۔

(۶) بالکل دنیادار نہ ہو بلکہ ضرورت کے لئے طلب دنیا کرتا ہو۔

(۷) رجوع خلائق کی طرف اس کی رغبت نہ ہو۔

(۸) اَغنیاء اور مالدار لوگوں سے میل جول دل سے پسند نہ کرتا ہو۔

(۹) خوش خلق ہو لوگوں کی ایذاء رسانی سے رنجیدہ اور ترش رو نہ ہو۔

(۱۰) وہ اپنے نفس کو تکریم و تعظیم کی نیت سے نہ دیکھتا ہو، خود بینی کی جگہ اخلاص ہو۔

(۱۱) ذنوب ومعاصی سے پرہیز کرتا ہو۔

(۱۲) پیر فاسق معلن نہ ہو۔یعنی علی الاعلان گناہ کبیرہ کرنے والا، گناہ صغائر وکبائر پر اصرار کرنے والا، داڑھی منڈوانے والا یا حد شرع سے کم داڑھی رکھنے والا، نماز کی پابندی نہیں کرنے والا، شریعت کے خلاف عمل کرنے والانہیں ہو۔اگر ایسا کرنے والا پیری مریدی کرتا ہےتو وہ اس کے لائق نہیں ہے، اس سے پرہیز کرنا چاہیئے۔

مرید کس کو کہتے ہیں؟

مرید کے لغوی معنی ارادہ کرنے والا کے ہیں۔چونکہ مرید اللہ تعالیٰ کی رضا کا طالب ہوکر شیخ کے پاس جاتا ہے، اس لئے اس کو مرید کہتے ہیں، لیکن اصطلاحی معنی میں اختلاف ہے۔بعضوں نے کہا ہے کہ جوشخص کسی بزرگ کی صحبت میں رہ کر اس کے حرکات وسکنات کی اتباع کرے وہ مرید ہے۔مونس العاشقین میں مذکور ہے کہ مرید دو قسم کے ہوتے ہیں۔ایک رسمی۔دوسرا حقیقی۔

(۱) رسمی مرید وہ ہے کہ پیر مرید کو اس طرح تلقین کرے کہ دیکھی ہوئی چیز کو نہ دیکھی ہوئی اور سنی ہوئی چیز کو نہ سنی ہوئی معلوم کرے اور مذہب اہل سنت پر قائم رہے۔

(۲) مرید حقیقی وہ ہے کہ پیر مرید کو تلقین کر کے کہے تو میرے ساتھ سفر اور حضر میں ساتھ دے اور میں تیرے ساتھ رہوں۔

حضرت خواجہ سید گیسو دراز بندہ نواز رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مرید حقیقی کے لئے ایک شرط اور ہے وہ یہ کہ تین چیز اپنے اوپر لازم سمجھے۔(۱) غسل شریعت۔یعنی اپنے آپ کو ناپاکی سے پاک رکھے۔(۲) غسل طریقت۔یعنی گوشۂ تنہائی اختیار کرے۔(۳) غسل حقیقت۔یعنی دل سے توبہ کرے۔اس کے علاوہ اور بھی تعریفیں کی گئی ہیں لیکن سب سے جامع اور مانع معدن المعانی کی تعریف ہے اور وہ یہ ہے۔

''مرید اس کو کہتے ہیں جو پیر کی قولاً، فعلاً، قلباً متابعت کرے۔قول میں متابعت کا مطلب یہ ہے کہ دین کے اصول وفروع میں مرید کا وہی قول وطریقہ ہونا چاہیے جو پیر کا

ہے۔فعل میں چاہے دینی ہو یا دنیوی پیر کے حکم کے خلاف نہ کرے اگر چہ وہ طاعت وعبادت ہی کیوں نہ ہو۔قلب میں متابعت کا مطلب یہ ہے کہ مرید اپنے دل کو صفات مذمومہ سے اس طرح پاک بنائے جس طرح اس کے پیر نے اپنے دل کو پاک اور صاف بنایا ہے۔جو شخص ان ساری باتوں میں پیر کی متابعت کرتا ہے وہی حقیقی مرید ہے اور جو شخص ان ساری باتوں میں پیر کی متابعت نہ کرے وہ رسمی مرید ہے۔یہی وجہ ہے کہ ''سخن محبوب'' نامی محبوب کتاب کے مصنف نے اپنی کتاب میں مرید کی تین قسمیں بیان کی ہیں۔رسمی مرید،اسمی مریداور جسمی مرید۔

رسمی مرید وہ ہے جو باپ دادا کی دیکھادیکھی مرید ہوجاتا ہے،وہ نہیں جانتاہیکہ بیعت کا مقصد کیا ہیں اوراس سے کیا فائدہ ہے۔جبکہ اسمی مرید وہ ہے جو نامی گرامی پیر سے مرید ہوتا ہے لیکن حاصل کچھ بھی نہیں کرتا ہے۔اور جسمی مرید وہ ہے جو مخلص،محبّ،صادق ،جانثار ومؤدب ہوتا ہے،اور ہمیشہ پیرومرشد کی دستگیری کا طالب رہتا ہے۔ہر حال میں حکم کی تعمیل کرتا ہے۔

پیر کامل کی ضرورت

مخدوم جہاں شرف الدین احمد یحیی منیری رحمۃ اللہ علیہ مکتوبات صدی میں فرماتے ہیں۔

''تکمیل توبہ کے بعد انسان پر فرض ہے کہ ایسا پیر پختہ تلاش کرے جونشیب وفراز سے آگاہ،صاحب حال ومقام ہو۔صفات جلالی کے قہر وغضب اور صفات جمالی کے لطف وکرم کا مشاہدہ کر چکا ہو۔العلماء ورثۃ الانبیاء جس کی شان میں پورا پورا صادق آتا ہو۔ ایسا طبیب ہو کہ مرید کے جملہ امراض وعوارض باطن کا علاج جانتا ہو''

چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ کونوا مع الصادقین یعنی صادقوں کے ساتھ ہوجاؤ۔تنہا منزل مقصود تک پہنچنا مشکل ہے۔قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔الشیخ فی قومہ کالنبی فی أمتہ شیخ اپنی قوم میں خدا کی راہ

دکھلانے والا ہے جس طرح پیغمبر اپنی امت میں۔ ظاہر ہے کہ راہ طلب میں امت کو بغیر پیغمبر کے چارہ نہیں، تو قوم کو بھی بغیر شیخ کے چارہ نہیں۔ اسی وجہ سے بعض حضرات مشائخ کا قول ہے کہ جس کا کوئی پیر نہیں اس کا کوئی مذہب ہی نہیں۔

راہ سلوک میں شیخ کی ضرورت پڑتی ہے کہ ان کی ذات بابرکات پیغمبروں کی نائب ہے۔ طریقت کی راہ میں بھی خود نفس کافر اور اصلی شیطان اور نقلی شیاطین یعنی بعض بعض جنات راہزن ہیں۔ بغیر کسی صاحب دل یا صاحب ولایت کے جانا پونجی برباد کرنا ہے۔ اس راہ میں ایسا سنگھراؤ ہے کہ قدم پھسلتے ہیں اور گھاٹیاں ہیں کہ جاں بری محال ہے۔ سیکڑوں فلسفی، دہری، ملاحدہ، معتزلہ اور اکثر بندۂ نفس وہوا بغیر امداد شیخ کامل اور مقتدائے واصل کے محض اپنی عقل کے بھروسے پر اس راہ میں چلے بس ایسا بھٹکے کہ نکل نہ سکے، دین وایمان سب برباد ہوکر رہ گئے۔ اگر کوئی شخص دنیاوی بادشاہ کے یہاں رتبہ، درجۂ منصب یا تقرب حاصل کرنا چاہے مگر اس کی صلاحیت نہ ہو کہ بادشاہ کے لائق کوئی کام انجام دے سکے اور کوئی استحقاق بھی کسی حیثیت سے نہ رکھتا ہو تو اس کو چاہیئے کہ وہ اپنے کو کسی مقرب دربار کے ساتھ وابستہ کرے تاکہ مقبول ومنظور بادشاہ اس کی عرضی بادشاہ کے حضور پہنچا دے۔ اس صورت میں بادشاہ اس شخص کو نہ دیکھے گا بلکہ جس کی وساطت سے وہ آیا ہے دیکھتے ہوئے قبول کرے گا۔

اسی طرح پیران طریقت ومشائخ عظام رضوان اللہ علیہم اجمعین اس درگاہ میں بادشاہ دوجہاں کے مقرب اور مقبول ہیں کہ ان کی باتیں سنی جاتی ہیں۔ جس نے اپنے کو ان کے ساتھ وابستہ کردیا وہ منزل مقصود تک پہنچ گیا۔ پیران طریقت نظر کی صفائی اور دل کی پاکی کے باعث رموز وارشادات قرآن کریم واحادیث سے خوب واقف ہوتے ہیں۔ باطن کی راہ طے کر کے بیٹھے ہیں۔ جو ایک نظر میں اپنے مریدین کو اللہ تک پہنچاتے ہیں۔ چنانچہ علامہ اقبال نے کیا خوب کہا ہے۔

کوئی اندازہ کیا کرسکتا ہے اس کے زور بازو کا
نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

اسی طرح۔

ایک ساعت صحبت با اولیاء　　بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

ایک انسان سالہا سال میں جو چیز حاصل نہیں کرسکتا ہے پیران طریقت ایک ساعت میں وہ ساری چیزیں حاصل کرادیتے ہیں۔لہٰذا پیرو مرید کا رشتہ بڑا نازک ہوتا ہے۔کبھی یہ نہ خیال کہ میرے پیر سے میری ساری منزلیں طے نہیں ہوسکتی، بلکہ پیر کامل مرید کے لئے اندھے کی لاٹھی کے مانند ہیں۔مثلاً کعبہ کی راہ ظاہر اور کھلی ہوئی ہے، جانے والا ایسا ہے کہ اس کی آنکھوں میں روشنی بھی ہے، بلکہ پاؤں میں قوت اور جسم میں توانائی بھی ہے۔راستے کا یہ حال ہے کہ دکھائی بھی دیتا ہے مگر آج تک نہیں سنا کہ بغیر پیر کے کوئی شخص پہنچا ہو۔پھر طریقت کی راہ جو غیر محسوس اور غیر معلوم ہے اور شان یہ رکھتی ہے کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبران علیہم السلام اس راہ سے گزرے ہیں، لیکن کسی کے نقش قدم کا پتہ نہیں تو یہ بالکل محال ہے کہ بغیر راہبر یا راہ شناس منزل طے ہوسکے۔اگر شیخ کامل صاحب تصرف مل گیا تو مرید کی حوصلہ افزائی کرتا ہے وہ اس کی نادر باتیں کہتا ہے جس سے مرید کے جذبات تیز ہوجاتے ہیں اور ہمت بڑھ جاتی ہے، مرید راہ طلب میں جان جی دھوکر مستعد اور آمادہ ہوجاتا ہے۔چنانچہ شیخ فریدالدین عطار نے کیا خوب فرمایا ہے۔

کسی شیخ کی پناہ میں رہو۔اندھے کے لئے لاٹھی کا رکھنا ضروری ہے۔کاہ میں جا اور غرور کی چٹان پاش پاش کردے۔تاکہ تجھ کو شیخ ہر بار کی طرح کھینچ لے۔

مرید ہونے کی شرطیں اور اس کے ابتدائی فرائض

مرید کو راہ حق میں قدم رکھنے کے بعد حسب ذیل شرائط کی پابندی لازمی ہے۔

(۱) مرید کے لئے سب سے پہلی شرط پیر اور ہادی کی جستجو ہے۔

(۲) یہ کہ مرید صادق، جوان مرد، اور صاحب ہمت ہونا چاہیے جو اپنے دل سے دنیاوی تعلقات کو منقطع کرسکے۔

(۳) اپنی ریاضت و مجاہدہ کو کسی شمار میں نہ لائے۔
(۴) خلوت و تنہائی اختیار کرے۔
(۵) اکل حلال اور صرف اتنی غذا کھانا جس سے عبادت کرنے کی قوت جسم میں برقرار رہے۔
(۶) بڑی مستعدی سے پیر و مرشد کی تعمیل حکم میں سرگرم رہے۔
(۷) کم سوئے۔
(۸) اشد ضرورت کے علاوہ بیوی کے پاس نہ جائے۔
(۹) خدمت شیخ بہت شوق و دل جمعی سے کرے۔
(۱۰) نفس کی خواہشات کی مخالفت کرے۔
(۱۱) علمی مباحثوں اور مناظروں سے الگ رہے۔
(۱۲) وضو اور طہارت میں وہم نہ کرے۔ تزکیۂ نفس اور خدا کی طرف پوری طرح متوجہ رہے۔
(۱۳) اپنے لئے کوئی خاص ہیئت یا لباس یا وضع اختیار نہ کرے۔
(۱۴) فرصت کے اوقات میں بھی اپنے کو خالی نہ رکھے۔ مراقبہ و حضوری سے دل کو خالی نہ رکھے۔
(۱۵) کشف و کرامات کے پیچھے نہ پڑے۔
(۱۶) خدا تک پہنچنے کا جو راستہ پیر بتائے اس پر عمل کرنا چاہیے۔
(۱۷) اگر ارادت میں لغزش ہو جائے تو ارادت کو ترک نہ کرنا چاہیے۔
(۱۸) اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ اپنی خطا پر شرمندگی اور اللہ تعالیٰ کی رحمت پر امید رکھنی چاہیے۔
(۱۹) مرید کو نماز باجماعت ادا کرنا چاہیے۔ اس کے علاوہ تہجد، اشراق، چاشت، اوابین اور صلوٰۃ التسبیح نمازوں کو پابندی سے ادا کرنا چاہیے۔

بیعت کے لئے عمر کی حد

بیعت کے لئے عمر کی کوئی حد متعین نہیں ہے بلکہ ایک دن کا بچہ بھی ولی کی اجازت سے بیعت ہو سکتا ہے۔ سیدنا حضرت میر عبد الواحد بلگرامی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مایہ ناز

کتاب ''سبع سنابل شریف'' میں ارشاد فرمایا ہے کہ دودھ پیتے بچوں کو بھی مرید کرنا مستحسن ہے بلکہ آپ نے تو یہاں تک لکھ دیا ہے کہ بچوں کو پیدا ہونے اور ان کے اس دنیا میں آنے سے پہلے بیعت کرنا اور مرید بنانا جائز ہے۔ حضرت خواجہ ناصر الدین محمد رحمۃ اللہ علیہ جب ماں کے شکم کے اندر تھے تو آپ کی والدہ ماجدہ کی خدمت میں حضرت خواجہ قدوۃ الدین ابو احمد رحمۃ اللہ علیہ آتے اور کہتے السلام علیك یا ولی الله انت خلیفتی ۔حضرت خواجہ کو وہ پوچھتی آپ نے کس کو سلام کیا اور کس کو اپنا خلیفہ بنایا تو حضرت ابو احمد نے فرمایا کہ تیرے پیٹ میں ایک بچہ ہے اسے میں نے سلام کیا اور اپنا خلیفہ بنایا۔ آپ کی والدہ فرماتیں وہ واقعی پیٹ میں ہے۔لیکن پتہ نہیں لڑکا ہے یا لڑکی ۔اور وہ ابھی آپ کا مرید بھی نہ ہوا پھر آپ نے اسے خلافت کیسے دے دی ؟ تو شیخ ابو احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اے پاک دامن !میں نے تیرے بیٹے کو لوح محفوظ میں پیر باکمال اور بزرگ باصفا لکھا دیکھا ہے۔اس کا نام محمد ہے اور وہ میرا مرید اور خلیفہ ہے۔اس کی بشارت دینے میں آیا ہوں۔

مذکورہ بالا ارشادات اور حکایات سے ظاہر ہوگیا کہ جوان، بوڑھا، بچہ، مرد وعورت سب مرید ہو سکتے ہیں، عمر کی کوئی قید نہیں ہے۔ حضرت مخدوم صابر پیا کلیری رحمۃ اللہ علیہ ۱۰ سال کی عمر میں اپنے ماموں حضرت فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ سے اور خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ ۱۴ سال کی عمر میں حضرت خواجہ غریب نواز معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے۔

غائبانہ بیعت

یہ حقیقت ہے کہ جس طرح نبی اپنی قوم کا سردار ہوتا ہے اسی طرح پیر بھی اپنے مریدوں کا سردار ہوتا ہے، لہذا قوم کو بغیر مرشد کے کوئی چارہ نہیں ۔لیکن اس کے باوجود بھی بہت سارے لوگ بیعت کا انکار کرتے ہیں یا اقرار کرتے بھی ہیں لوگ بیعت نہیں ہوتے ہیں۔ جبکہ بہت لوگ بیعت کی اہمیت کو سمجھتے ہیں اور انہیں پیر کامل بھی جانتے ہیں تو بھی

مشغولیت ومصروفیت کی وجہ کر بیعت نہیں ہو پاتے ہیں اور بغیر بیعت ہوئے دنیا سے رخصت بھی ہوجاتے ہیں۔لیکن وہ حضرات جومصروفیت کی وجہ سے مرشد تک نہیں پہنچ پاتے ہیں اور بیعت ہونا چاہتے ہیں تو انہیں غائبانہ بیعت ہوجانا چاہیے ۔جن سے بیعت ہونا چاہتے ہیں ان کے پاس ایک عرضی نامہ تحریر کرے جس میں سلام وقدم بوسیکے بعد لکھے کہ میں فلاں بن فلاں ،مقام فلاں ،صوبہ فلاں حضرت سے بیعت کا ارادہ رکھتا ہوں ،مگر دور ہونے کی وجہ سے اور مصروفیت ومشغولیت ہونے کی وجہ سے حاضر خدمت ہونے سے مجبور ہوں ۔اس لئے حضور والا مجھے اپنے سلسلے میں داخل فرما کر شرف غلامی ومریدی بخشیں۔میں اپنے تمام گناہوں سے توبہ کرتا ہوں جو میں نے جان کر کیا ہے یا انجانے میں کیا ہے۔اور آئندہ اللہ تعالیٰ کی ذات سے امید کرتا ہوں کہ ان برائیوں سے بچنے کی کوشش کروں گا۔پیر کی جانب سے شجرہ ملے اور تعلیم کا پرچہ ملے اسے روزانہ اپنے وظیفے میں شامل کرے اور پابندی سے ان وظائف کو پڑھتا رہے جو شیخ کی جانب سے عطا ہوا ہے۔اگر پیرومرشد سے کبھی ظاہر میں ملاقات ہوجائے تو پھر ظاہر میں بھی بیعت ہوجائے۔غائبانہ بیعت کا ثبوت صلح حدیبیہ کی بیعت سے ہے کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عدم موجودگی میں عام صحابہ کی بیعت کے بعد اپنے بائیں ہاتھ مبارک کو حضرت عثمان غنیؓ کا ہاتھ مان کر حضرت عثمان غنیؓ کی بیعت کی۔

عورتوں کو بیعت کے بعد کیا کرنا چاہیے

اللہ تعالیٰ کی محبت اور طلب اگر عورتوں کے دل میں پیدا ہوتو اسے مرشد کامل سے بیعت ہونا چاہیے۔اور مناسب یہ ہیکہ جوان عورت کا پیرومرشد ضعیف اور بزرگ ہو جو اس کو سلوک کی تعلیم دے۔عورت کو چاہیے کہ بیعت ہونے کے بعد پیرومرشد کی تعلیمات پر عمل کرے اور پردے کا اہتمام کرے ،ضرورت بشری کے علاوہ ادھر ادھر نہ جائے۔ہاٹ ،بازار ،میلہ اور تماشہ گاہوں کی سیر وتفریح سے پرہیز کرے۔غیر محرموں کی محفل میں جانے

سے اجتناب کرے۔اپنے حسن وسنگار کو اپنے شوہر کے سوا کسی پر اظہار نہیں کرنا چاہیے۔عورتوں کوعبادت ظاہری میں زیادہ سے زیادہ حصہ لینا چاہیے۔کلام اللہ کی تلاوت ،فرائض نماز کے علاوہ سنن ونوافل کی طرف زیادہ توجہ دینی چاہیے۔نوافل روزے میں زیادہ سے زیادہ رکھنے کا اہتمام کرنا چاہیے۔جھوٹ ،غیبت ، بہتان ،الزام اور بری صحبت سے پرہیز کرنا چاہیے۔

ضعیف مرید کو کیا کرنا چاہیے

اللہ تعالیٰ کسی ضعیف و بوڑھے شخص کو توفیق عطا کرے اور وہ کسی بزرگ کے ہاتھ پر مرید ہو جائے تو اس کے لئے یہی کافی ہے کہ پانچوں وقت باجماعت نماز ادا کرے۔پیر سے جو ورد و وظائف ملا ہے اسے پڑھتا رہے اور فرصت کے وقت آنکھیں بند کر کے مراقبہ میں بیٹھا رہے۔لہو ولعب سے دور رہے نفس کی خواہش پر عمل نہ کرے۔اپنے آپ کو سب سے بدترین ،حقیر و ذلیل سمجھے۔جہاں تک ہو سکے نفس کا تزکیہ کرے تمام مکروہات اور محرمات شرعیہ کو چھوڑ دے۔دنیا کی لذتوں سے جدائی اختیار کرے۔اکل حلال کا خیال رکھے۔غلط لوگوں کی صحبت سے پرہیز کرے۔موت کو ہمیشہ یاد رکھے۔قبر کی زندگی، ملک الموت کی سختی، منکر نکیر کے سوالات کی فکر برابر بنائے رکھے۔اللہ تعالیٰ کا خوف ہمیشہ دل پر جمائے رکھے اور اس سے رحم وکرم کا خواہاں رہے۔

مرید کے لئے مفید اور ضروری ہدایات

(۱) مرید کو اپنے اندر مکارم اخلاق مقامات اور احوال پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "کیا میں تمہیں ان لوگوں کی بابت خبر نہ دے دوں جو قیامت میں مجھ سے بہت قریب تر اور میرے نزدیک محبوب ہونگے۔عرض کیا گیا ارشاد فرمایا جائے۔حضورﷺ نے فرمایا وہ لوگ ہوں گے جو

نیک اخلاق، نرم خو، محبت کرنے والے، محبت کیئے جانے والے ہوں گے۔ان لوگوں کے نیک اخلاق یہ ہوں گے۔ محبت، دلاوری، چشم پوشی، صبر و رضا، بشارت، بردباری، تواضع، حلم، شفقت، مصیبت کو برداشت کرنا، موافقت اور احسان، صلح، غیر کے نفع کو اپنی مصلحت پر مقدم کرنا، لوگوں کی خدمت کرنا، کشادہ دلی، جواں مردی، عفو و درگزر، سخاوت، وفا، حیا، تمکنت، وقار، دعا، حسن ظن، انکساری، بزرگوں کی تعظیم کرنا، چھوٹوں پر رحم و شفقت کرنا اور دوسروں کے ہدیہ کو بڑا سمجھنا اور اپنے طرف سے ہدیہ کو حقیر خیال کرنا۔

(۲) اگر ارادت میں لغزش ہو جائے تو ارادت ترک نہ کرنا چاہیے۔ اگر ارادت قائم ہے تو چند روز میں لغزش کا اثر جاتا رہے گا۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا چاہیے۔ اپنی خطا پر شرمندگی اور اس کی رحمت سے امید رکھنی چاہیے۔

(۳) مرید کو اہل دنیا کی صحبت سے پرہیز بھی لازم ہے اگرچہ وہ اقربا ہی کیوں نہ ہوں۔ فقیری اختیار کرے تو کسی کے سامنے سر نہ جھکائے اور اپنے فقر و فاقہ پر شکر کرے، امیر اور بڑے لوگوں کی عزت مسلمان ہونے کے سبب سے کرے نہ کہ مال و دولت کی وجہ سے۔

(۴) مرید کو تمام وقت ایک ہی کام میں نہ لگانا چاہیے بلکہ مختلف کام جیسے نماز، تلاوت قرآن، ذکر و ورد و وظائف اور درود خوانی میں مصروف رہنا چاہیے۔ مرید کو ہر دروازے پر ٹکر مارنی چاہیے نہ معلوم کس دروازے سے اسے راہ مل جائے۔

(۵) مرید کو حد سے زیادہ تصنیف و تالیف اور شعر گوئی میں قوت صرف نہیں کرنی چاہیے۔ بلکہ ہر وقت اپنے مقصود کو پیش نظر رکھنا چاہیے۔ سب سے بڑا کام حضور قلب ہے اور ہمیشہ اللہ کی یاد میں لگا رہنا چاہیے۔

(۶) رہگذر یا شارع عام پر بیٹھنے سے پرہیز کرنا چاہئیے۔ ایسے لوگوں سے اختلاط یا گفتگو نہ کرنی چاہیے جو دین سے بے خبر ہوں۔

(۷) ایک مرید کو کسی وقت قبض (بندش) پیدا ہو تو اس کو اشغال ظاہری و باطنی کی طرف زیادہ توجہ کرنی چاہیے اور اپنے پیر و مرشد سے اس کے لئے التجا و گزارش کرنا چاہیے۔

(۸) مرید کو اسلام کے بنیادی ارکان، عقائد، نماز، روزہ حج، زکوۃ سے متعلق مسائل سے واقفیت لازمی ہے۔ بلکہ ان علوم و مسائل کو حاصل کرنا فرض ہے۔ اسی طرح عربی زبان سے واقف ہونا بھی ضروری ہے، کیونکہ یہ قرآن و حدیث اور جنت کی زبان ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ مرید کو سلوک کے مسائل کی جانکاری بھی ضروری ہے۔ سلوک میں دو یا تین باتیں ہیں۔ ایک خاص علم سلوک دوسرے بزرگان سلف کے حالات و حکایات، اخبار و سیر کی معلومات۔ علم سلوک سے راستہ کے حالات سے واقفیت ہوتی ہے۔ جبکہ حکایات کے مطالعہ سے ہمت پیدا ہوتی ہے اور راستہ کی مشکلات آسان ہو جاتی ہے۔

(۹) تصوف کا حقیقی مقصد تزکیۂ نفس ہے اسی تزکیۂ نفس کے لئے مجاہدہ کئے جاتے ہیں۔ مرید جب تک دنیاوی لذتوں اور خواہشوں میں الجھا رہتا ہے، غفلت اور وسوسے کے ہجوم سے اس کا دل سیاہ ہو جاتا ہے۔ دل پر سیاہی کا چھا جانا دل کی موت ہے۔ جب دل ہی گیا تو باقی کیا رہا۔ بنجر زمین میں تخم پاشی سے کیا فائدہ۔ جب تک دل کے آئینہ سے زنگ دور نہ کیا جائے گا خدا تعالیٰ کی بارگاہ تک رسائی حاصل نہ ہوگی۔

(۱۰) مرید جب شریعت پر عمل کرتا ہے تو خدا اس کا درجہ بڑھاتا ہے اور اس کو طریقت میں داخل کر دیتا ہے اور اس سے ترقی کرتا ہے تو اسے خدا معرفت کا درجہ عطا کرتا ہے۔ اس کے بعد کی راہیں کھل جاتی ہیں، قلب میں روشنی پیدا ہوتی ہے اور وہ خدا سے جو مانگتا ہے اسے ملتا ہے۔

(۱۱) حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے پیر و مرشد سے جو

کچھ ملا اس کا ہمیشہ وردر کھا۔تم لوگوں کو بھی ہدایت ہے کہ مقررہ وظیفہ کو کبھی بھی ناغہ نہ کرو مرید کو چاہیے کہ پہلے اپنے نفس کو طلاق دے پھر دنیا ومافیھا کو اس کے بعد سلوک میں قدم رکھے۔مرید کامل اس کا نام ہے کہ جس کے پاس آنے والا محروم نہ رہ جائے۔اگر بھوکا ہو تو پیٹ بھر کھانا کھلایا جائے۔ننگا ہو تو اسے کپڑا پہنایا جائے۔حاجتمند ہو تو اس کی ضرورت پوری کی جائے۔

(۱۲) مرید کو خلوت کے لئے ایسی جگہ تجویز کرنی چاہیے جہاں تنہائی ہی تنہائی ہو کوئی دوسرا نہ ہو۔خلوت میں شرائط طہارت ، ذکر و مراقبہ کا خاص خیال رکھے۔خلوت میں حضور قلب شرط اولین ہے۔جب حضور قلب حاصل ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی جانب سے رحمتوں کا نزول شروع ہو جاتا ہے۔

(۱۳) ابتدا میں مرید کو چاہیے کہ اپنا دل پیر کی طرف مراقب کرے تاکہ پیر کے دل سے مرید کو اطمینان کا حصہ نصیب ہو۔چونکہ مرید ابتدا میں حجاب کے اندر ہوتا ہے اس واسطے براہ راست اللہ تعالیٰ کی جانب متوجہ نہیں ہوسکتا اس حالت میں پیرومرشد کی طرف متوجہ ہونا چاہیے، یہ اسکے لئے مفید ہوگا۔

شیخ کی خدمت

مرید کو چاہیے کہ اپنے پیر کی خدمت دل و جان سے بجالائے اور پیر کا شکر گزار ہو کہ اسی کی عنایت سے اس کو اس خدمت کی توفیق ہوئی ہے۔ہر وقت پیر کی درازی عمر اور قرب خداوندی کی دعا کرے۔حضرت خواجہ خواجگان حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔جس نے جو کچھ پایا پیر کی خدا کی مرضی سے پایا۔مرید کو چاہیے کہ ذرہ بھر فرمان پیر سے تجاوز نہ کرے۔ہر عمل و وظیفہ جو ارشاد ہو اس کو پورا کرتے رہنا چاہیے۔

حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ میں خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ کو فرماتے سنا ہے کہ جو شخص ایک روز اپنے پیر کی خدمت کرے حق تعالیٰ ہزار محل یک

دانہ مروارید کے بہشت میں عطا فرمائے گا، ہر ایک محل میں ایک ایک حور ہوگی اور وہ شخص روز قیامت بے حساب داخل بہشت ہوگا اور عبادت ہزار برس کی اس کے نامۂ اعمال میں لکھی جائے گی۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتی سنجری رحمۃ اللہ علیہ بیس سال تک سفر ہو یا حضر پیرومرشد کی خدمت میں حاضر رہے اور پیر کا بستر، توشہ، پانی کا مشکیزہ اور دیگر ضروری سامان اپنے سر اور کندھوں پر رکھ کر سفر کرتے رہے

ایک مرتبہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ پیر کا حق مرید پہ کس قدر ہے؟ فرمایا اگر ساری عمر پیر کے ہمراہ حج کی راہ میں پیر کو سر پر اٹھائے رکھے تو بھی پیر کا حق ادا نہ ہوگا۔

حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ جو شخص سات دن مشائخ اور پیروں کی خدمت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے نامۂ اعمال میں سات سو سال کی عبادت کا ثواب لکھتا ہے اور جو قدم اٹھاتا ہے ہر قدم کے بدلے حج اور عمرہ کا ثواب پاتا ہے۔ مرید کو ہمیشہ پیر کی خدمت لگن اور شوق کے ساتھ کرنی چاہیے۔ پیر کی خدمت کو بار یا بوجھ نہیں سمجھنا چاہیے۔

شیخ کی خدمت میں حاضری کے آداب

(ارشادات مخدوم حضرت سید محمد حسینی بندہ نواز گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ)

(۱) شیخ یا پیرومرشد کی خدمت میں حاضر ہو کر طالب کو عاشق کی طرح یا تو پیر کے چہرۂ انور پر نظر رکھنی چاہیے یا اپنے پیروں پر نگاہ رکھ کر کھڑا ہونا چاہیے۔

(۲) شیخ کے سامنے نہ دوڑ کر چلنا چاہیے نہ بہت آہستہ چلنا چاہیے۔

(۳) شیخ کی خدمت میں اگر کوئی تحفہ پیش کرنا ہو تو نہایت ادب کے ساتھ پیش کرنا چاہیے۔

(۴) جس طرح دل شیخ کی طرف متوجہ ہے چہرہ بھی متوجہ ہونا چاہیے۔

(۵) شیخ کی طرف پیٹھ نہیں کرنا چاہیے اگر پیر کے دربار سے واپس ہوتو کچھ دور الٹے چل کر پھر سیدھے ہونا چاہیے۔

(۶) شیخ کے سامنے بیٹھ کر ادھر ادھر دیکھنا گھڑی گھڑی اٹھنا بیٹھنا بے ادبی ہے۔

(۷) شیخ جب کھڑے ہوں تو مرید کو بھی شیخ کے احترام میں کھڑا ہو جانا چاہیے۔

(۸) شیخ کے سامنے بیٹھ کر اونگھنا، سونا، لیٹنا نہایت برا ہے بلکہ ایسی حالت میں بہتر ہیکہ کسی گوشہ میں سو جائے۔

(۹) شیخ کے ساتھ کھانے کا اتفاق ہو تو نہایت تمیز اور ادب کے ساتھ کھانا چاہیے۔

(۱۰) شیخ کی مجلس سے بغیر ضروری کام کے ادھر ادھر نہیں جانا چاہیے اور شیخ جب اس کی طرف دیکھیں تو اپنی نظر نیچی کر لے۔ پیر کی آنکھوں سے آنکھیں نہ ملائے شیخ سے بجز دعا کے کوئی سوال نہیں کرنا چاہیے۔ شیخ کی مجلس کو مجلس حق تصور کرنا چاہیے۔

(۱۱) پیر کے احکام کی تعمیل فرض جانیں۔ پیر ان علوم سے واقف ہوتا ہے جن کی مرید کو خبر بھی نہیں ہوتی۔ پیر کے تصرفات کو بھی ایسا ہی تصور کرنا چاہیے، تم کو نہیں معلوم کہ پیروں سے کیا کیا باتیں ظہور میں آتی ہیں۔

(۱۲) اگر پیر اپنے کسی خاص کام کا حکم دیں اسے اپنے حق میں خاص رحمت تصور کرنا چاہیے۔ رفتار و گفتار، وضع و قطع میں پیر کی اتباع کرنا چاہیے۔ ایک لمحہ بھی پیر کے تصور سے خالی نہیں رہنا چاہیے۔ اکثر پیر کا نام وارد زبان رکھنا چاہیے۔ مرید اگر ایسا کرتا رہے گا تو ایک وقت ایسا ہوگا کہ پیر اس کی خدمت میں سامنے نظر آئیں گے اور پیر کے دل پر جو تجلی حق کی جانب سے ہو رہی ہے اس کا عکس مرید کے دل پر جلوہ گر ہوگا۔

(۱۳) مرید کو شیخ کا اس درجہ فرماں بردار ہونا چاہیے جس درجہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سرکار دو عالم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے فرماں بردار تھے۔ یعنی شیخ کے اشارے پر جان و مال سب کچھ لٹا دے۔ کبھی بھی ظاہر و باطن میں پیر کی مخالفت نہ کرے اور نہ ان پر

اعتراض کرے۔ شیخ کی مخالفت اور اعتراض مریدوں کے حق میں زہر قاتل ہے۔

(۱۴) شیخ کی موجودگی میں اپنا مصلی نہ بچھائے ہاں نماز کے وقت بچھایا جا سکتا ہے۔

(۱۵) اپنی کوئی حالت شیخ سے پوشیدہ نہ رکھے۔ فیوض وکرامت واجابت میں سے جو بات بھی درپیش آئے شیخ کو مطلع کرے۔

(۱۶) دینی یا دنیوی جو بات بھی شیخ سے کہنا چاہے اس کے لئے موقع محل دیکھ لے پھر کہے۔ مشغولیت کے اوقات میں صرف ضروری باتیں ہی کہے۔

(۱۷) اپنا پورا اختیار شیخ کے ہاتھ میں دے دے اور خود اس کے سامنے ایسا ہو جائے جیسے میت نہلانے والے کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔

(۱۸) بغیر اپنے پیر سے پوچھے کوئی وظیفہ یا کوئی عمل نہ کرے اور جو کچھ دل پر برے یا اچھے خیالات پیدا ہوں یا نئے کام کا ارادہ کرے تو پیر سے پوچھ لیا کرے۔

(۱۹) دولت معرفت ہر چند کسی سے بھی ملے مگر اسے اپنے پیر ہی کی طرف سے جانے اور یہ دولت جہاں سے بھی ملے اپنے پیر کی طرف سے سمجھنا چاہیے۔

(۲۰) مرید اپنے آپ کو ہمیشہ پیر کی حراست میں تصور کرے اور اپنے ہر کام کو پیر اور خدا کی اعانت پر موقوف جانے، اگر اس بات کی مداومت کی تو جدھر دیکھے گا پیر ہی پیر نظر آئے گا۔

(۲۱) پیر و مرید کی حیثیت عاشق و معشوق کی ہوتی ہے، معلم و متعلم کی نہیں۔ مرید کو اپنے پیر کو سب سے اعلیٰ سمجھنا چاہیے، چاہے دوسرا کتنا بڑا صوفی بھی سامنے آجائے۔

(۲۲) مرید کو پیر سے ایسی محبت ہونی چاہیے کہ اپنے زن و فرزند اور جان و مال سے بھی زیادہ عزیز جانے۔ پیر خدا کا سفیر و امین ہے۔ مرید کو جو کچھ ملے گا اسی سے ملے گا۔

پیر و مرشد کے انتقال کے بعد اعمال

اگر پیر مرشد انتقال فرما گئے ہوں تو پیر کے مزار کا داب واحترام کا وہی حکم ہے جو

حیات میں تھا۔ پیر و مرشد کے مزار پر کوئی ایسی بات نہیں کرنی چاہیے جس سے ذرا بھی بے حرمتی ہوتی ہو۔ شیخ کے مزار کے قریب مراقبہ کرنا، شیخ کے قلب کی حرمت و تعظیم ہے۔

پیر و مرشد کے مزار پر پھول ڈالنا چاہیے، خوشبو سے روح خوش ہوتی ہے۔ مرید کو چاہیے کہ جتنی دیر بیٹھے یا تو مزار کو تکتا رہے یا آنکھیں بند کر کے شیخ کا تصور کرے اور ذکر میں مشغول رہے۔ مرید کو پیر کی خانقاہ یا مزار کی سمت کی بھی حرمت کرنی چاہیے۔ اس کی طرف پشت نہ کرنی چاہیے اور نہ پیر پھیلانا چاہیے۔ پیر کے انتقال کے بعد جو ان کے جانشین ہوں ان کی خدمت واطاعت بھی ضروری جانے۔ پیر نے جن لوگوں کی تعظیم واحترام کیا ہے ان کی تعظیم بھی کرنی چاہیے۔ پیر کی اولاد کا بھی احترام مرید پر لازم ہے۔ پیر اور پیر سے نسبت رکھنے والی چیزوں کے ساتھ بھی ادب واحترام سے پیش آنا چاہیے۔ حضرت محمود سبحانی رحمۃ اللہ علیہ سبحان خواف نامی قصبہ کے ایک بزرگ تھے۔ آپ کو شرف بیعت حضرت مودود چشتی رحمۃ اللہ علیہ سے تھا۔ آپ اپنے پیر و مرشد کے شہر میں آتے جب تک وہاں رہتے برابر باوضو رہتے اور جب قضاء حاجت کی ضرورت پڑتی تو وہاں کے حدود سے بہت دور نکل جاتے اور پھر باوضو ہو کر پیر کی خانقاہ میں حاضر ہوتے۔ اللہ۔ اللہ۔ اللہ والوں کے ادب کا یہ مقام تھا۔

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ وعظ فرما رہے تھے یکا یک کھڑے ہو گئے اور پھر بیٹھ گئے۔ پھر دوبارہ اٹھے اور بیٹھ گئے۔ کئی بار ایسا واقعہ ہوا۔ حاضرین مجلس نے آپ کے بار بار کھڑے ہونے اور بیٹھنے کی وجہ معلوم کی تو آپ نے فرمایا کہ میں جب اپنے پیر و مرشد کی خانقاہ میں تھا، وہاں ایک کتا رہا کرتا تھا آج ابھی اسی صورت کا کتا نظر آیا کہ وہ ابھی ادھر سے کئی بار گزرا ہے، میں اس کتے کی تعظیم کے لئے کھڑا ہو گیا۔ اللہ اللہ یہ تو اس کتے کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو گئے اس کتے سے ملتا جلتا تھا اگر حقیقت میں وہی کتا ہوتا تو کتنی تعظیم ہوتی۔

عرس اور سماع کا بیان

عرس اور اس کی حقیقت

عرس کے معنی لغات میں شادی کے ہیں اور اصطلاح صوفیا و مشائخ میں اولیاء اللہ ،علماء اور بزرگان دین کے یوم وفات کو عرس کہتے ہیں۔

انسان جب اس دنیا سے قبر کی دنیا میں منتقل ہو جاتا ہے تو نکیرین مردہ سے سوال کرتے ہیں اور وہ تمام سوالوں کے جواب میں کامیاب ہو جاتا ہے تو نکیرین کہتے ہیں" نم کنومة العروس "سو جا جیسے دلہن سوتی ہے۔ظاہر ہے کہ عرس کی حقیقت ہر سال بزرگوں کے وصال کی تاریخ پر ان کی قبروں کی زیارت کرنا ،تلاوت قرآن مجید یا اذکار و وظائف پڑھ کر اور صدقات و خیرات کر کے ان کی ارواح کو ثواب پہنچانا اور مراقبہ کے ذریعے ان کی قبر سے فیض حاصل کرنا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ سارے کام جائز و درست ہیں جن کا ثبوت اقوال فقہاء وعلماء سے ہے۔

ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال شہدائے اُحد کی قبروں پر تشریف لے جاتے تھے، کبھی کبھی جنت البقیع میں تشریف لے جاتے تھے۔عرس اور اس کی حقیقت سے ناواقفیت ہونے کی وجہ سے لوگ اسے بدعت اور اسلام میں نئی بات تسلیم کرتے ہیں ۔کوئی شخص شریعت کے مقرر کردہ فرائض کے سوا فرض نہیں جانتا ہے ہاں اولیاء کرام اور صالحین کی قبروں سے برکت لینا اور ایصال ثواب اور تلاوت قرآن اور تقسیم شیرنی وطعام سے ان کی مدد کرنا فقہا وعلماء کے صحیح اقوال سے ثابت ہے۔عرس کا دن اس لئے مقرر ہے کہ وہ دن ان کی وفات کی یاد دلاتا ہے جیسا حضرت ابن حیان بن الأسود رحمۃ اللہ تعالی علیہ کا قول ہیکہ " الموت جسر یوصل الحبیب الی الحبیب" یعنی موت ایک پل ہے جو ایک حبیب کو دوسرے حبیب سے ملاتا ہے،لہذا اس دن کی اہمیت ہے۔ورنہ جس دن بھی ایصال ثواب کا کام کیا جائے بہتر ہے۔

مذکورہ بالا بیان سے واضح ہو گیا عرس کرنا جائز ہے لہٰذا نفس عرس کو بعض حرام چیزوں کے مل جانے کی وجہ سے مثلاً مرد وعورت کا اختلاط، قبور کا طواف اور سجدے وغیرہ سے حرام کہنا اقوال فقہا وعلماء کا انکار کرنا اور ایک اچھی چیز کو بند کرنے کا بہانہ ہے۔ خامیوں کو دور کرنے کوشش کی جانی چاہئے نہ کہ خرابیوں کی وجہ سے کسی نظام ہی کو اٹھا کر پھینک دینا کہاں کا انصاف ہے۔ اس لئے عرس بند نہیں کیا جائے بلکہ عرس کے اندر جو حرام چیزیں شامل ہوگئی ہیں انہیں بند کرانا چاہیے۔

خواجگان چشت اور سماع

حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ بھی سماع کا ذوق رکھتے تھے، کثرت سے سماع سنا کرتے تھے۔ حضرت کی محفل میں جو شخص ایک مرتبہ بھی شریک ہو جاتا وہ بھی صاحب ذوق ہو جاتا تھا۔

حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ بھی سماع کے دلدادہ تھے۔ حضرت علیہ الرحمۃ کے زمانے میں جو خلیفہ وقت تھا وہ خاندان سہروردیہ میں مرید تھا۔ ایک روز اس نے اپنا قاصد حضرت علیہ الرحمۃ کی خدمت میں بھیج کر کہلایا کہ خواجہ جنید رحمۃ اللہ علیہ نے سماع سے توبہ کرلی تھی اگر سماع اچھی چیز ہوتی تو وہ سماع سے توبہ نہ کرتے۔ حضرت خواجہ جنید رحمۃ اللہ علیہ ۷؍سال کی عمر میں ہی درجہ اجتہاد کو پہنچ گئے تھے تو انہوں نے سماع سے توبہ کرلی۔ لہٰذا میرا حکم ہے کہ اب جو شخص سماع سنے اس کو سولی پر چڑھا دیا جائے اور قوالوں کو قتل کردیا جائے۔

خواجہ عثمان ہارونی نے فرمایا کہ سماع خدا اور بندہ کے درمیان ایک بھید ہے۔ اگر ہم سماع سے تائب ہو گئے تو بیکار ہو جائیں گے۔ ہم اپنے پیروں کی تقلید سے باز نہیں رہ سکتے۔ ہم علماء کی مجلس میں آئیں گے۔ ہم دیکھیں گے کہ علماء ہمارے سماع کو قبول کرتے ہیں یا رد۔ خلیفہ نے علماء کی مجلس منعقد کی، حضرت عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ استخارہ کر کے مجلس میں تشریف لے گئے۔ حضرت خواجہ کا روئے انور دیکھ کر علماء پر اس قدر رعب اور ہیبت طاری

ہوئی کہ وہ اپنا سب پڑھا لکھا بھول گئے۔ ساری یادداشت ختم ہوگئی۔ حضرت اقدس کے قدموں میں گر پڑے اور عرض گزار ہوئے ''آپ بیشک اللہ کے ولی ہیں آپ کے لئے بلا شبہہ سماع مباح ہے''۔

سماع اور اس کی حلت وحرمت

حضرت بندہ نواز گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے پیر مرشد کی مجلس میں سماع کا تذکرہ حضرت شیخ نظام الدین اولیاء کی زبان مبارک سے سنا ہے۔

سماع کی چار قسمیں ہیں (۱) حلال (۲) حرام (۳) مکروہ (۴) مباح۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ۔

(۱) اگر صاحب وجد کا دل زیادہ تر حق تعالیٰ کی طرف ہے تو اس کے لئے سماع مباح ہے۔

(۲) اگر دل مجاز کی طرف ہو تو یہ سماع مکروہ ہے۔

(۳) اگر بالکل حق سبحانہ تعالی کی طرف ہے تو سماع حلال ہے۔

(۴) اگر بالکل مجاز کی طرف ہو تو اس کے لئے سماع حرام ہے۔

حضرت نے فرمایا کہ جس زمانہ میں حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ نے سماع سے توبہ کی تھی یہ ان کا ذاتی فعل تھا۔ انہوں نے سماع کے اہل لوگوں کے لئے سماع کو حرام نہیں فرمایا۔ جس وقت خواجہ نصیر الدین رحمۃ اللہ علیہ چشت میں تھے وہ فرمایا کرتے تھے۔ اگر جنید چشت میں ہوتے یا نصیر الدین بغداد میں ہوتا تو جنید بھی سماع سے توبہ نہ کرتے، نہ ہمارے پیروں نے سماع سے توبہ کی اور نہ ہم کریں گے۔ ہمارے تمام پیروں نے سماع سنا ہے۔ جنید کی توبہ ہمارے لئے حجت نہیں ہے۔ یہ سن کر سارے علما نے حضرت کے قدموں پر سر رکھ دیا۔ حضرت نے علماء پر نظر ڈالی تو وہ سب خدا رسیدہ ہوگئے۔

خواجہ مودود چشتی رحمۃ اللہ علیہ بھی سماع سنا کرتے تھے۔ بار ہا ایسا ہوا کہ آپ محفل سے غائب ہوگئے۔ آپ سماع میں اس طرح روتے تھے کہ سینہ مبارک آنسوؤں سے تر ہو

جاتا۔ حضرت شیخ دینوری رحمۃ اللہ علیہ بھی ہر سال اپنے پیروں کا عرس کیا کرتے تھے اور سماع سنا کرتے تھے۔ کسی نے پوچھا حضرت! آپ سماع کیوں سنتے ہیں؟ فرمایا پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم، مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور ہمارے پیروں نے سنا ہے۔ اسلئے میں بھی سماع سنتا ہوں۔

حضرت خواجہ اسحاق چشتی رحمۃ اللہ علیہ بھی سماع سنا کرتے تھے آپ کے زمانے میں بڑے بڑے مجتہد، مفتی اور ملاّ تھے مگر کسی کی مجال نہ تھی کہ حضرت کے خلاف زبان اعتراض کھول سکے۔

خواجہ ابو محمد چشتی علم وفضل میں یگانہ روزگار تھے۔ ان کے زمانے میں کسی مفتی اور مولوی کو سماع پر اعتراض کرنے کی ہمت نہ تھی صرف ایک مجتہد مفتی سماع کا منکر تھا۔ اسے خواجہ سے حسد رہا کرتا، نتیجہ یہ ہوا کہ وہ ایسے مرض کا شکار ہوگیا کہ اس کا جسم سڑنے لگا، ناک بھی سڑ کر بیٹھ گئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت خواب میں ہوئی۔ آپ نے فرمایا کہ تم نے ابو محمد چشتی کی سماع کا انکار کیا تھا، اسی کا نتیجہ ہے، تم اس کی مجلس میں جاؤ اور معافی طلب کرو فضیل مکی حسب ہدایت محفل سماع میں حاضر ہوا اور اسی وقت اس کی بیماری دور ہوگئی۔ حضرت نے فضیل مکی سے کہا اب تو تو نے سماع اور اہل سماع کے درجات دیکھ لئے۔

صاحب کشف المحجوب علی ہجویری بن عثمان جلابی کشف المحجوب میں تحریر کرتے ہیں کہ اس کا حکم دل پر اس کی تاثیر کے لحاظ سے ہے۔ اگر یہ حلال کی تاثیر ہو تو یہ حلال ہوتا ہے۔ مباح کی تاثیر ہو تو مباح ہوتا ہے ورنہ حرام ہوتا ہے۔ دل پر سماع کی تاثیر کا انحصار دو باتوں پر ہے۔ ایک یہ کہ جو چیز سنی جارہی ہے وہ کیسی ہے اور دوسرے یہ کہ سننے والا کون اور کس طبیعت اور مذاق کا آدمی ہے۔

شیخ ابو عبید الرحمان اسلمی نے ان سب احادیث کو اپنی کتاب ''السماع'' میں جمع کر کے سماع کو قطعی مباح ہونے کا فیصلہ صادر کیا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کلامٌ حُسنہ حَسَنٌ وقُبحُہ قبیحٌ یعنی شعر بھی ایک کلام ہے جو اس میں اچھا ہو

وہ اچھا اور جو برا ہو وہ برا ہے۔یعنی جو چیزیں عام گفتگو یا نثر میں بیان کرنا اور سننا جائز ہے وہ شعر میں بھی جائز ہے۔آپ نے فرمایا یعنی حکمت و دانائی مومن کی گمشدہ چیز ہے جہاں بھی ملے اسے حاصل کرنا چاہیے نیز یہ بھی ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اشعار سنے ہیں ۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی اشعار سنے ہیں۔

مزامیر کی حقیقت

باجا کی حقیقت یہ ہے کہ حکما نے اس کو آدمی کی ضرورت پر ایجاد کیا ہے۔ایک تا راس کا آنکھ کے ساتھ مناسبت رکھتا ہے، جو آواز اس تار سے نکلتی ہے وہ معشوق کے غمزہ وکرشمہ کی خبر دیتی ہے۔قواعد موسیقی کے مطابق گانے میں شریعت مطہرہ میں نفی و اثبات کا کوئی حکم نہیں ہے۔خوش الحانی کے ساتھ قرآن شریف پڑھنے کا حکم ہے۔سماع بھی عشق بازی ہے۔خاندان کبرویہہ کے لوگ سماع میں الا اللہ کا ضرب لگاتے ہیں۔اس میں جوائز ہوگا ذکر کا ہوگا۔سماع میں ہر دم معشوق کا خیال اور حضور ہونا چاہیے۔اس میں ذکر و فکر کی گنجائش نہیں۔چنانچہ حضرت شیخ سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔

شتر راچہ شور وطرب سرست
اگر آدمی زانہ باشد خرست

شیخ سعدی فرماتے ہیں کہ اونٹ تو گانا سن کر مست ہو جاتا ہے۔اگر آدمی پر گانے کا اثر نہ ہوتو سمجھ لو وہ آدمی نہیں بلکہ گدھا ہے۔

حضرت داؤد علیہ السلام پر سکینہ نازل ہونے کا ذکر قرآن مجید میں سورہ بقر میں مذکور ہے۔جس وقت آسمان سے سکینہ نازل ہوا تو حضرت داؤد علیہ السلام وجد کرنے لگے (جھومنے لگے)۔

محفل سماع میں وجد کرنے والوں کو تنہا نہ چھوڑنا چاہیے، بلکہ دو چار آدمیوں کو اس کی مدد کرنی چاہیے ،اسے گرنے سے بچانا چاہیے۔اگر گر جائے تو احترام سے اٹھانا چاہیے۔محفل سماع میں اگر کسی شعر میں ذوق پیدا ہو تو جہاں تک ممکن ہو ضبط کرنا چاہیے۔

دوران سماع اگر کسی کو ذوق پیدا ہوا اور وہ رقص کرنے لگا تو دیگر اہل ذوق کو بھی اس کی موافقت کرنی چاہئے۔

آداب سماع

(۱) بزرگان دین کا یہ طریقہ ہے کہ وہ جب سماع سننے کا قصد کرتے ہیں تو پہلے اس کی تیاری کی جاتی ہے۔ سفید یا اچھے کپڑے پہنتے ہیں، خوشبو لگاتے ہیں، کھانا بہت کم کھاتے ہیں اور وقار و عزت کے ساتھ حضور قلب سے مقصد کا تصور کر کے سنتے ہیں۔ محفل سماع میں ادھر ادھر نظر نہ دوڑانی چاہیے۔ قوال کی طرف نظر رکھے یا اپنے سامنے جہاں تک ہو سکے ذوق اور کیف کو ضبط کرنے کی کوشش کرے۔

(۲) محفل سماع میں بچہ اور عورتوں کو نہیں شریک ہونے دیں اور نہ کسی دنیا دار کو بھی شریک ہونے دیں، بلکہ جو فقیہہ ملاّ صوفی کے اضطراب و گریہ پر ہنستا ہو تمسخر کرتا ہو اس کو بھی اس میں نہیں شریک ہونے دینا چاہیے۔

(۳) سماع سننے کے دو طریقے ہیں ایک تو یہ کہ قوال سماع شروع کرے اور صوفی آنکھیں بند کر کے نغمہ پر دل لگائے۔ اگر قوال بھی صوفی ہو تو اور کیا کہنا۔ شیخ الاسلام حضرت بابا فریدالدین رحمۃ اللہ علیہ اسی طرح سماع سنا کرتے تھے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ وجد و رقص اور گریہ و بکا کے ساتھ سماع سنے۔

(۴) مخدوم العالم حضرت خواجہ نصیرالدین قدس سرہ نے فرمایا کہ دردمندوں کے واسطے سوائے سماع کے کوئی دوا نہیں۔ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق شریعت میں اپنے نفس کو ہلاک کرنا جائز نہیں، چونکہ سماع دردمندوں کی دوا ہے اس لئے حضرت امام ابوحنیفہ کے قول کے مطابق دردمندوں کے واسطے سماع مباح ہے اور جو اہل درد نہ ہوں اہل نفس ہوں، ان کے لئے سماع شریعت اور طریقت دونوں میں حرام ہے۔

(۵) آدمی کی طبیعت سماع کے وقت نہ صرف یہ کہ لہو ولعب کی طرف نہ مائل ہو بلکہ مثبت طور پر اس سے متنفر ہو۔ مطلب یہ کہ اس کی غرض صرف دل میں رقت پیدا کرنا یا روح میں ارتعاش پیدا کرنے کے لئے سماع کو تحریک کے طور پر استعمال کرنا ہو۔

(٦) مذکورہ بالا قسم کی ضرورت کے بغیر سماع نہ کرے اور اس کو عادت بنائے۔ کبھی کبھار اس سے مدد لے۔

(۷) سماع کے وقت لازم ہے کہ اس جگہ پیر موجود ہو۔

(۸) ہر قسم کی تکلف و تصنع سے دل پاک ہو اور دوسرے تمام مشاغل سے الگ ہو کر خدا کی طرف یکسو ہو چکا ہو۔

(۹) سماع سے جو کیفیت طاری ہو اسے نہ بہ تکلف اپنے سے دور کرنا چاہیے اور نہ مصنوعی ہی طور پر اسے طول دینے کی کوشش کرے۔

ذکرواذکار کا بیان

ذکرواذکار کا بیان

شیخ ابوالحسن نورالدین علی بن خلیل القشیری نے اپنی مشہور ومعروف کتاب" منہج السالک الی اشرف المسالک "میں ذکر کے ۲۰/آداب بیان کئے ہیں ۔جن میں ۵/آداب ذکر سے قبل کے۔اور۱۲/آداب ذکر کے وقت کے لئے، اور۳/آداب ذکر کے بعد ہیں ۔

آداب قبل ذکر

(۱)توبہ(۲)اطمینان(۳)طہارت(۴)اپنے پیر سے امدادطلب کرنا(۵)شیخ کی امداد کوحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امداد سمجھنااور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی امداد کو خدا کی امداد سمجھنا۔

آداب وقت ذکر

(۱) ذکر کے وقت چارزانو یا نماز کے قعدہ کی طرح بیٹھنا۔

(۲) دونوں ہاتھوں کو گھٹنے پر رکھنا۔

(۳) خوشبولگانایاخوشبوسلگانا۔

(۴) پاک صاف کپڑے پہننا۔

(۵) حجرے کا تاریک ہونا

(۶) دونوں آنکھوں کو بند کرنا۔

(۷) دونوں کانوں کے سوراخوں کوخوب بند کرنا۔

(۸) شیخ کو اپنے اوپر حاضر تصور کرنا۔

(۹) ریا و شہرت سے بچنا۔

(۱۰) کلمہ توحید کا ذکر کرنا۔

آداب بعد ذکر

(۱) ذکر کرنے کے بعد بہت دیر تک خاموش رہنا۔

(۲) حبس نفس کرنا۔

(۳) ذکر کرنے کے بعد ٹھنڈی ہوا یا ٹھنڈے پانی کے استعمال سے پرہیز کرنا۔

(۴) ہر مرتبہ ذکر کرتے وقت اس کے معنی کا دل میں استحضار کرنا۔ حضرت عطاء اللہ شاذلی فرماتے ہیں کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھنے سے عرش الٰہی حرکت میں آجاتا ہے، جو شخص ایک ہزار بار کلمہ توحید پڑھ کر سوئے گا نیند میں اس کی روح عرش کے نیچے آرام کرے گی۔

خلوت کا بیان

خلوت کم از کم چالیس دنوں کی ہونی چاہیے۔ کیونکہ ۴۰ردنوں میں انسان کی طبیعت میں تغیر و انقلاب آجاتا ہے۔ سلطان المشائخ حضرت مولانا خواجہ نظام الدین اولیاء قدس سرہ نے حضرت نصیر الدین سے فرمایا کہ تم چشتیوں کا چلہ کرو۔

خلوت میں بیٹھنے کے لئے طالب کو ان شرائط کا عامل ہونا ضروری ہے۔

(۱) خلوت میں کوئی دوسرا شخص داخل نہ ہو۔

(۲) خلوت میں ہمیشہ قبلہ رو چوکڑی مار کر بیٹھے اور دونوں ہاتھوں کو زانو پر رکھے

(۳) غسل کرتے وقت دل میں یہ نیت رکھنا کہ یہ موت کا غسل ہے اور خلوت خانہ کو بھی لحد (قبر) تصور کرے۔

(۴) خلوت خانہ سے سوائے وضو، نماز جمعہ یا نماز جماعت یا حوائج ضروریہ کے باہر نہ جائے۔

(۵) خلوت میں ہمیشہ باوضو رہیں اور تمام اوقات ذکر الٰہی میں مشغول رہیں اور دل سے

تمام خطرات دور کریں اور خدا کی طرف پوری طرح متوجہ ہو جائیں۔ دل صاف ہونے پر لغزش شہوانی دور ہو کر دل اس قابل ہوگا کہ اس پر غیبی مشاہدات نظر آنے لگیں گے۔

(۶) دوران خلوت میں روزہ رکھیں روزہ تزکیہ نفس کے لئے ایک اہم ترین ذریعہ ہے۔

(۷) خلوت میں بیٹھ کر کسی شخص سے دنیاوی بات چیت نہ کریں البتہ شیخ سے بقدرے گفتگو کر سکتے ہیں۔ اپنے پیر کے ساتھ ربط محکم رکھے۔ اگر دوران خلوت میں کوئی آفت یا خوف مرید کو پہنچے تو اس وقت اپنے پیر کی ولایت کی طرف متوجہ ہو کر شیخ کے دل سے استمداد کرے انشاءاللہ فضل خداوندی سے واردات رفع ہو جائیں گے۔

(۸) رنج یا مصیبت کے معاملہ میں کبھی نہ خدا تعالیٰ پر معترض ہو نہ شیخ پر، بلکہ ہر بات کو منجانب الٰہی اور تقدیر تصور کرے۔

چلہ کا طریقہ

صاحبان طریقت نے حصول مقصد کے واسطے چلے مقرر کئے ہیں۔ اس کا طریق یہ ہے کہ پہلے محض رضائے الٰہی، متابعت سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم، عبادت اور ذکر الٰہی کے واسطے ماسوا سے تجرد اور فراغ حاصل کرے اور خلوت نشینی اختیار کرے۔ جامع سب سے عمدہ ہے تا کہ جمعہ اور جماعت کی فضیلت سے محروم نہ رہے۔ غسل کرے، نئے کپڑے پہنے اور خوشبو لگائے۔ نماز عصر سے پہلے تلاوت قرآن کرے اور اس کا ثواب ارواح مشائخ طریقت کو پہنچائے اور ارواح مشائخ طریقت سے اپنے مرشد کے ذریعہ مدد و استعانت مانگ کر خلوت میں بیٹھے۔ خلوت کے مکان میں داخل ہوتے ہی "باسم اللہ والحمد للہ والصلوٰۃ علی رسول اللہ" پڑھے اور دایاں پاؤں یہ کہہ کر "اللھم افتح لی ابواب رحمتک" خلوت میں ڈالے۔ اس کے بعد دو رکعت نفل انقطاع ماسوا اللہ اور رجوع الی اللہ کی نیت سے پڑھے اور جو ذکر یا شغل یا مراقبہ جو کچھ مرشد سے پہنچا ہے پڑھے اور خلوت کے شرائط بجالائے۔

تصورِ شیخ

تصورِ شیخ کے سلسلے میں علمائے ظاہر اربابِ سلوک پر معترض ہیں کہ ان میں پیر پرستی پائی جاتی ہے۔ حالانکہ بات صرف اتنی سی ہے کہ حضوری قائم کرنے کے واسطے پیر کی صورت سامنے رکھی جاتی ہے۔ غائب کے تصور میں خطرات مزاحم ہوتے ہیں۔ پیر چونکہ عالمِ شہادت میں موجود ہوتا ہے اس لئے شروع شروع میں تصور اور حضوری مشق کے لئے شیخ کے تصور کی مشق ضروری ہے۔ تصورِ شیخ کی ترکیب یہ ہے کہ طالب ہر وقت اپنے کو شیخ کے روبرو ان کی مجلس میں حاضر تصور کرے یا اپنے دل میں شیخ کا اس درجہ خیال جمائے گویا وہ ہر وقت میرے سامنے تشریف فرما ہیں۔ یا یہ کہ اپنے کو ہمہ تن متصورِ شیخ تصور کرے۔ شیخ کا تصور ہر وقت رکھنا طالب کی سعادتِ معنوی کی دلیل ہے۔ اس لئے کہ بغیر شیخ کی وساطت کے کوئی شخص منزلِ مقصود پر نہیں پہونچ سکتا۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوبِ الٰہی قدس سرہ فرماتے ہیں۔ قسم ہے خرقۂ شیخ کی کہ قوال کی زبان سے جو غزل یا شعر میں نے سنا اسے شیخ کی ذاتِ پاک کے سوا کسی طرف منسوب نہیں کیا۔ سماع میں وصل و ہجر، درد طلب پیر ہی کی طرف منسوب کرنا چاہیے۔

اگر پیر کی صورت میں جمال با کمال نہ ہو تو نور قدس کے ساتھ اس کا تصور کرنا چاہیے تاکہ خود نور سے آراستہ ہو جائے۔ اگر مرید اس نورانی صورت کا اثر پیر کی صورت میں ملاحظہ کرے تو امید ہے کہ عنقریب پیر کے اسرار سے مطلع ہوگا اور اپنے اندر ان کا اثر دیکھے تو خوش ہونا چاہیے کہ اس کو عنقریب وہ مرتبہ عطا ہونے والا ہے جس سے پیر کو بھی فائدہ پہونچے گا۔ دنیا میں بہت سے مرید ایسے ہوتے ہیں جن سے ان کے پیروں کا نام دنیا میں روشن ہوا ہے۔

تصورِ شیخ کو تمام سلاسل قادریہ، چشتیہ، سہروردیہ، خصوصاً نقشبندیہ میں بہت زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ یہاں تک کہ بعضوں نے اسی پر ارادت و سلوک کا دار مدار رکھا ہے اور

اس کو مریدوں کے لئے صحبت کے مثل نفع بخش قرار دیا ہے۔ حضرت خواجہ معصوم نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ذکر بغیر تصور شیخ کے خدا تک پہنچانے والا نہیں ہے اور تصور شیخ بلا شبہہ بغیر ذکر کے خدا تک پہنچانے والا ہے۔

حضرت مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''القول الجمیل'' میں تحریر فرمایا ہے۔

''جب شیخ موجود نہ ہو تو ان کی صورت کو اپنے پیش نظر محبت و تعظیم کے ساتھ تصور کرے تو ان کی صورت سے وہی فائدہ ہوگا جو ان کی صحبت سے فائدہ ہوتا ہے۔ یعنی مرید کو جب تصور شیخ میں کمال حاصل ہو جاتا ہے تو وہ فنافی الشیخ کے مرتبہ پر پہنچ جاتا ہے، فنافی الشیخ سے فنافی الرسول اور پھر فنافی اللہ کا مقام حاصل کر لیتا ہے۔

طریقہ ذکر (نفی اثبات)

طالب حق کو چاہیے کہ قبل از صبح صادق یا مغرب و عشا کے درمیان گوشہ خلوت میں چار زانو بیٹھ کر رگ کیماس پائے چپ کو داہنے پیر کے انگوٹھے سے خوب مضبوطی سے دبائیں اور دونوں ہاتھوں کو زانو پر رکھ کر انگلیاں کھول دیں اور لا الٰہ الا اللہ پہلوئے چپ (بائیں پہلو سے) مقام دل سے شروع کریں یعنی خم ہو کر سر بجانب چپ و زانو کے راست سے گزار کر داہنے مونڈھے پر پہونچائے اور وہاں سے بجانب پشت قدرے خم ہو کر مقام دل پر بچشم پوشیدہ (آنکھ بند کر کے) الا اللہ کی ضرب لگائیں۔ نفی کے وقت آنکھ کھلی رہے اور اثبات کے وقت اس معنی کو ذہن میں رکھیں کہ سوائے خدا کے کوئی موجود نہیں۔ دس ضرب لگا کر ایک بار محمد رسول اللہ ﷺ کہیں۔ اپنی وسعت کے مطابق سو بار سے زیادہ کریں۔ اسے صوفیوں کی اصطلاح میں نفی اثبات کہتے ہیں۔

پاس انفاس کا ذکر

پاس انفاس کا طریقہ یہ ہے کہ جس وقت سانس باہر آئے لاالہ اور جس وقت اندر جائے الااللہ کہیں۔ اسے ہر سانس میں جاری رکھیں اور سو بار کے بعد محمد رسول اللہ ﷺ ایک بار کہیں۔ اس ذکر سے بے اختیار سانس ذاکر ہو جاتا ہے۔

طریقہ اسم ذات

(۱) نشست مذکور پر بیٹھ کر سر کو داہنے مونڈھے کی طرف قدرے بلند کریں اور اللہ اکبر کہتے ہوئے بائیں پہلو پر ضرب لگائیں اور اسی طرح متواتر لگاتے رہیں۔

(۲) تسبیح کو ہاتھ میں لے کر دل پر نگاہ کرتے ہوئے اللہ اللہ پڑھتے رہیں، جب اس کی مشاق ہو جائے تو زبان بند کر کے دل سے اللہ اللہ کہتا رہے یعنی تسبیح کے دانے اور دل کی آواز کو ایک ساتھ لے چلیں، یعنی دل سے اللہ اللہ کی آواز آنے لگے۔ ایک نشست میں کم سے کم ۳۰۰۰ ر بار تکرار کریں۔ بہتر یہ ہے اس ذکر کو مغرب کی نماز کے بعد عشا کے درمیان تک کرتے رہیں۔ اس طرح دل ذاکر ہو جائے گا اور دل سے ہمیشہ اللہ اللہ کا ورد شروع ہو جائے گا۔

نوٹ: بہتر یہ ہے کہ پاس انفاس، نفی اثبات، اسم ذات و دیگر اذکار کو مرشد سے سیکھے۔ صرف کتاب سے پڑھ کر یہ اذکار مکمل نہیں ہو سکتے۔

احوال کا بیان

دل کی صفائی کے بعد مرید پر جو حالات گزرتے ہیں ان کا نام احوال ہے۔ حضرت خواجہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حال حادثہ کا نام ہے جو مرید کے دل پر گزرتا ہے اور دوام و استمرار نہیں ہوتا۔ چنانچہ انہیں احوال میں سے ایک مراقبہ ہے، جس کے معنی صفائی

اور یقین کے ساتھ مغیبات پر نظر کرنا۔اس کے بعد قرب ہے، جس کے معنی ہیں پوری ہمت اور طاقت کے ساتھ ماسوا کو ترک کر کے خدا کی طرف پوری طرح متوجہ ہو جانا۔اس کے بعد محبت ہے، یعنی محبوب کی خواہشات کی موافقت کرنا خواہ اس میں نقصان ہی کیوں نہ پہنچے۔اس کے بعد رجا ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے جن باتوں کا وعدہ کیا ہے ان پر یقین رکھنا۔اس کے بعد خوف ہے، یعنی دل سے اس بات کا یقین کرنا کہ خدا کی گرفت بہت سخت ہے۔اس کے بعد حیا ہے جس کے معنی ہیں دل کو کشادہ روی سے باز رکھنا۔اس کے بعد انس ہے، یعنی تمام باتوں میں خدا کے آگے عاجزی کا اظہار کرنا۔اس کے بعد طمانیت ہے، یعنی قضاوقدر کے معاملہ میں خدا تعالیٰ کے فیصلہ پر یقین واعتماد کرنا۔اس کے بعد یقین ہے، جس کے معنی تصدیق کے ہیں جس میں ذرہ برابر بھی شک نہ ہو۔اس کے بعد مشاہدہ ہے، اس کے معنی ہیں کہ عبادت اس طرح کیا جائے گویا وہ خود اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے اگر یہ بات حاصل نہ ہو تو یہ بات ضرور چاہیے کہ خدا تمہیں دیکھ رہا ہے۔

مقامات کا بیان

سب سے پہلا مقام انتباہ ہے۔جس کے معنی ہیں خواب غفلت سے بیدار ہونا۔اس کے بعد توبہ ہے۔توبہ کے معنی ترک معصیت اور دائمی ندامت کے ساتھ حق تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا۔توبہ کرنے کے بعد کثرت سے استغفار پڑھنا۔اس کے بعد انابت ہے۔جس کے معنی غفلت سے نکل کر ذکر خداوندی میں مشغول ہونا۔اس کے بعد ورع ہے۔ورع کہتے ہیں ان چیزوں کو چھوڑنے کو جن کی حلت میں شبہہ ہو۔اس کے بعد محاسبہ نفس ہے۔اس کے بعد ارادت ہے۔ارادت کے معنی راحت اور آسائش ترک کر کے طاعت وعبادت خداوندی میں سرگرم ہو جانا۔اس کے بعد زہد ہے۔زہد کے معنی دنیا کی حلال چیزوں کا ترک اور شہوات سے باز رہنا۔اس کے بعد فقر ہے۔اس کے معنی ہیں دل کو ہر دنیاوی مملوکات سے خالی کرنا اور خود دنیا کی چیز کا مالک نہ رہنا۔اس کے بعد صدق

ہے،جس کے معنی ہیں ظاہر وباطن میں برابر رہنا۔یعنی ظاہر اور باطن میں فرق نہیں ہونا۔اس کے بعد تعبد ہے،جس کے معنی ہیں مصیبتوں کی تلخی کو برداشت کرنا۔اس کے بعد رضا ہے،اس کے معنی ہیں مصیبت میں لذت محسوس کرنا۔اس کے بعد اخلاص ہے،اس کے معنی ہے معاملات خداوندی سے خلقت کو الگ سمجھنا۔اس کے بعد توکل ہے،اس کے معنی ہے کہ اپنے دل کو طمع ولالچ سے دور کرنا اور خدا ہی کی رازقیت پر بھروسہ کرنا۔

نماز حضوری پڑھنے کا طریقہ

جس وقت آذان کی آواز کان میں آئے فوراً اللہ جل شانہ کہہ کر ادب سے اس کی طرف متوجہ ہو جائیں اور دل میں یہ خیال استوار کریں کہ یہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں حاضری اور اظہار عبودیت کا اعلان ہے۔آذان کو اطمینان سے سنیں اور اذان کے کلمات کو مؤدب ہو کر دہرائیں۔آخر میں دعا کر کے حق تعالیٰ کی شان ربوبیت والوہیت کا قرار تازہ کرتے ہوئے یہ خیال کریں کہ ایسے مالک کے دربار میں حاضری انسان کی سعادت ہے اور اس سے غفلت وکوتاہی انتہائی شقاوت وبدبختی ہے۔اس کے بعد خدائے قہار وجبار کی عظمت وجلال کا تصور پیش نظر رکھ کر نہایت عجز ومسکنت وادب وتعظیم کے ساتھ اس کی رحمت لامتناہی کی امید رکھتے ہوئے مسجد کی طرف روانہ ہو جائیں اور مسجد کے دروازے پر پہنچ کر یہ تصور رکھیں کہ یہ خدا کا گھر ہے۔اس کا دربار اعلیٰ ہے۔پھر داہنا پیر اندر رکھ کر یہ دعا پڑھتے ہوئے داخل ہوں "*رب اغفر لی ذنوبی اللھم افتح لی ابواب رحمتك* " اے اللہ میرے گناہوں کو معاف فرما دے اور میرے لئے رحمت کے دروازے کھول دے۔

اس کے بعد خالق کونین ومکان کے دربار میں ادب وتعظیم اور نیت خالص کے ساتھ قبلہ کی طرف منہ کر کے کھڑے ہو جائیں۔تمام خیالات دل سے نکال دیں اور دل کا رخ یکسوئی کے ساتھ خدا کی طرف پھیر کر نماز کی نیت کر کے اس کی عظمت وکبریائی اور اپنی عاجزی وبے چارگی اور تمام ماسوائے اللہ سے بے تعلق ہو کر نہایت ہی خشوع وخضوع سے

تکبیرِ تحریمہ اللہ اکبر کہیں اور دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھا کر باندھ لیں اس تصور کے ساتھ کہ حق تعالیٰ اپنی شان کریمانہ سے میری طرف متوجہ ہے اور سن رہا ہے۔ سورہ فاتحہ ترتیل کے ساتھ ٹھہر ٹھہر کر اور سمجھ کر نہایت ادب تعظیم سے اور خشوع وخضوع کے ساتھ پڑھیں۔ قرأت ختم ہونے کے بعد اپنی عاجزی اور بے چارگی کا تصور کر کے نہایت خشوع وخضوع کے ساتھ رکوع اور سجدہ کریں، ندامت اور اعتراف قصور کے ساتھ سجدہ سے سر اٹھا کر پھر دوبارہ سجدہ کریں۔ نماز پوری کرنے کے بعد سلام پھیریں۔ دونوں جانب کے فرشتے اور مقتدیوں کی نیت کریں، سلام پھیرنے کے بعد یہ خیال کرتے ہوئے کہ میری اس نماز میں نہ معلوم کتنی کوتاہیاں ہوئی ہوں گی، نہایت شرم وندامت سے دعا مانگیں، نماز ختم کریں۔

نماز باجماعت

سالک راہ طریقت آبادی میں ہو یا صحرا میں اس کو ہر فرض نماز جماعت کے ساتھ ادا کرنی چاہیے۔ صحرا نشیں اولیائے کرام مردان غیب کے ساتھ جماعت سے فرض نماز ادا کرتے تھے۔ نماز باجماعت کا ترک شریعت کے نزدیک نہایت مذموم ہے۔ ہاں درج ذیل عذروں کی وجہ سے جماعت ترک کرنا گناہ نہیں ہے۔

(۱) بیماری کی وجہ سے (۲) اپاہج ہونے کی وجہ سے (۳) بارش اور کیچڑ کی وجہ سے (۴) سخت اندھیرا ہونے کی وجہ سے (۵) رات کے وقت آندھی آنے کی وجہ سے (۶) زیادہ بوڑھا اور کمزور ہونے کی وجہ سے (۷) علم میں مشغول ہونے کی وجہ سے (۸) ظالم کے ظلم کی وجہ سے (۹) اس کھانے کے سامنے آجانے سے جسے کو کھانے کا جی چاہتا ہو۔ ان وجوہات کی وجہ سے جماعت ترک کردے گا تو گنہگار نہیں ہوگا۔ اس کے علاوہ جماعت ترک کرے گا تو سخت گنہگار ہوگا۔

اعمال متفرقہ صبح شام

اعمال متفرقہ

اشغال قلبیہ کے مشاغل کوفرائض وواجبات اور سنن کے علاوہ بعض عبادتیں اور وظیفہ زبانی بھی کرنی چاہیے جوصفائی قلب کے لئے ممدومعاون ہیں۔مثلاً

(۱) تہجد کی بارہ رکعت۔
(۲) اشراق کی نماز ۲رر رکعت سے ۸رر رکعت تک۔
(۳) چاشت کی ۴رر رکعت۔
(۴) زوال کی ۴رر رکعت۔
(۵) صلوٰۃ اوّابین کی ۴رر سے ۲۰رر رکعتیں۔
(۶) عصر کے فرض سے قبل ۴رر رکعت سنت۔
(۷) جمعہ کے دن صلوٰۃ التسبیح پڑھے۔
(۸) ایام بیض کے تین روزے۔
(۹) پیرو جمعرات کے روزے۔
(۱۰) کم از کم اکیس دن میں قرآن پاک ضرور ختم کرے۔درود شریف کثرت سے پڑھا کرے اور روزانہ بعد نماز عشا فاتحہ خوانی کرے۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے جملہ انبیا و مرسلین ،ملائکہ مقربین ،اہل بیت کرام ،خلفائے راشدین ،امہات المؤمنین ،تمام صحابہ کرام وشہدائے اسلام اور پیران طریقت کو ایصال ثواب کرے۔

شجرہ خوانی کے فوائد

بیعت ہونے کے بعد پیر ومرشد مریدین کوشجرہ عطا کرتے ہیں اور اس کو روزانہ بلا ناغہ پڑھنے کا حکم دیتے ہیں۔واضح ہو کہ شجرہ پیران کے ورد کے فوائد بزرگوں کے متعدد

ملفوظات میں درج ہیں۔ جیسا مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحیٰ منیری بہاری رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظ میں، خزانہ جلالیہ مخدوم جلال الدین قدس سرہ کے ملفوظ میں، اسی طرح سید الوفاء شاہ مجتبیٰ لوہرپوری نے اپنے مکتوب میں ذکر فرمایا ہے۔ فیاض المسلمین انیس المریدین سید شاہ حضور بدرالدین قادری مجیبی رحمۃ اللہ علیہ نے پیرومرشد کے شجرہ کی ضرورت اور فوائد پر روشنی ڈالی ہے۔ میں مناسب سمجھتا ہوں کہ اسمائے پیران طریقت سے شجرہ ترتیب دے کر مریدوں کو دینے کا فائدہ بھی لکھ دوں کہ اس شجرہ کا نفع زندگانی میں اور مرنے کے بعد مریدوں کو کیا کیا حاصل ہوتا ہے اور کن کن قسموں کی برکتیں انہیں پہنچی ہے۔

پیران طریقت کے اسمائے گرامی کا شجرہ دینے میں اگلے شیوخ کی سب سے بڑی غرض مریدوں کو کلمہ حق اور دیگر اذکار اسمائے الٰہی تلقین پانے کی سند متصل کرنی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر اپنی ذات تک اسی سند کے ذریعہ سے میں نے تلقین پائی ہے اور اس بات کا اظہار ہے کہ اس مرید کو بھی میں نے اسی سلسلہ سے کلمہ طیبہ تلقین کر کے طالبین حق کے زمرہ اور جماعت میں شامل کر دیا ہے۔

ہر فرض نماز کے بعد اس کا پڑھنا بڑی برکتوں کا سبب ہے اس طرح شجرہ طیبہ کو پڑھ کر یہ دعا کرے کہ اے اللہ پیران سلاسل کے واسطہ سے میرا کام درست کر دے۔ مخدوم جہاں حضرت شیخ شرف الدین احمد بہاری قدس سرہ نے اپنے ملفوظات میں فرمایا ہے ''اگر کسی کو کوئی دشواری پیش آئے چاہے دینی ہو یا دنیوی چاہیے کہ وضو کر کے دو رکعت نماز ادا کرے اور اپنے شیوخ شجرہ کو پڑھ کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں انہیں شفیع لا کر حاجت چاہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی مشکل کو آسان کر دے گا۔

فیاض المسلمین حضرت سید شاہ محمد بدرالدین قدس سرہ، سجادہ نشین خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف نے الباقیات الصالحات فی الصلوات الثنیات میں تحریر فرمایا ہے کہ ''اسی طرح سچی ارادت والے مریدان اپنے پیروں کے اسماء سے ضرورت کے وقت برکت چاہتے ہیں اور خدا کے فضل سے پاتے بھی ہیں۔ سچی ارادت والے مریدوں کو چاہیے کہ اپنے پیران

طریقت کے اسماء کو ازبر کر ڈالیں۔ کیونکہ مرید جس طرح سلوک طریقت میں ترقیات باطنی کے اندر ہر وقت اپنے شیخ کی اعانت و مدد کا محتاج ہے۔ بعض ان شیوخ طریقت سے کسی ایک کی روح سے استفاضہ کی حاجت پڑتی ہے۔ کیونکہ مرید پُر ترقیات باطنی میں مختلف حالات ظاہر ہوتے ہیں۔ کسی وقت مرید کا دل اپنے شیوخ طریقت کی طرف رجوع کر کے مستفیض ہو کر تسکین پاتا ہے اور کبھی اپنے شیوخ سلسلہ کی روحانیت سے استفاضہ کرتا ہے اور ان بزرگوں کی روحانیت سے نفع اٹھاتا ہے اور اسی طرح اللہ تعالیٰ ان کی مشکلوں کو آسان کر دیتا ہے۔ بس انہیں ضرورتوں کے لئے مریدوں کو ان کے شیوخ طریقت کے اسماء لکھ کر دیے جاتے ہیں تا کہ ضرورت کے وقت اس سے فائدہ حاصل کرنے اور ہر روز ان شیوخ کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے دینی ہو یا دنیوی کل مشکلوں کے حل ہو جانے کے طالب و خواستگار رہیں۔ اسی قسم کی منفعتیں اور برکتیں حاصل کرنی جیسا کہ مذکور مبتدی مریدوں کا کام ہے۔ لیکن مرید متوسط کے لئے اپنے پیر یا پیران طریقت میں سے کسی ایک کی روح سے مدد لینے کا دوسرا طریقہ یہ ہے جس کو ان کی اصطلاح میں تبرزخ کہتے ہیں اور یہ از خود کام کرتا ہے لیکن اپنی موجودہ قوت سے نہیں بلکہ اپنے پیر یا پیران میں سے کسی ایک کی قوت سے کہ اس وقت تو وہ قوت مرید میں پیدا ہو جاتی ہے۔

خلاصہ یہ کہ شجرۂ پیران طریقت دینی و دنیاوی ہر کام کے لئے بے انتہا منفعتوں کا باعث اور بیحد برکتیں حاصل کرنے کا ذریعہ ہے زندگی میں ہو یا مرنے کے بعد۔ اس لئے مریدوں کو اس میں کوتاہی نہیں کرنی چاہیے اور اس کا ورد ہمیشہ کرنا چاہیے۔ مرید کی موت کے بعد قبر میں شجرہ رکھنا بزرگان دین کا معمول ہے، اس کے دو طریقے ہیں۔ اول یہ کہ مردہ کے سینہ پر کفن کے نیچے رکھیں یا قبر کے اندر مردہ کے سینہ کے سامنے طاق بنا کر اس میں چپکا دیا جائے۔

وضواور طہارت کا بیان

مرید کو راہ طریقت پر جن عادت ورسوم کی پابندی لازمی ہے ان میں سے ایک ہمیشہ باوضو رہنا ہے۔صوفیائے کرام اس بات کا خاص طور سے لحاظ رکھتے ہیں۔اگر کسی عذر کی بنا پر پانی استعمال کرنے سے مجبور ہوں تو وہ کم از کم تیمّم ترک نہیں کرتے۔

صوفیائے کرام کے نزدیک ہر نماز کے وقت تجدید وضو ضروری ہے۔فرائض تو فرائض نماز، تہجد اشراق، چاشت، اوابین کے لئے تجدید وضو بہتر اور افضل سمجھتے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ صوفیاء کرام اپنا مسکن ومقام عام طور پر دریا کے کنارے یا کسی حوض یا کسی تلاب کے نزدیک مقرر کرتے ہیں۔

صوفیائے کرام کے نزدیک وضو کرتے وقت پانی زیادہ نہیں خرچ کرنا چاہیے۔پانی زیادہ خرچ کرنا مکروہ ہے۔حدیث شریف میں مسواک کر کے نماز پڑھنے کی بڑی فضیلت ہے،اس لئے صوفیائے کرام کے نزدیک وضو میں مسواک بہت ضروری ہے۔وضو کرتے ہوئے دل اور زبان ذکر الٰہی سے معمور رہنی چاہیے،اس لئے کہ کسی وقت بھی تغافل صوفیاء کے نزدیک موت کے مترادف ہے۔بہر حال ہر فرض کے واسطے تجدید وضو افضل ہے۔شیخ الاسلام والمسلمین حضرت بابا فریدالدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ بغیر غسل کے فرض نماز نہیں پڑھا کرتے تھے۔وضو سے فارغ ہونے کے بعد رومال یا تولیہ سے ہاتھ کو خشک کر کے وقتی نماز پڑھنے کے پہلے تحیۃ الوضو دو رکعت پڑھنا چاہیے۔نیز وضو کرتے وقت بلا ضرورت بات چیت سے پرہیز کرنا چاہیے۔بے وضو کسی بھی حالت میں نہیں ہونا چاہیے،باوضو رہنے سے دل کو شفا حاصل ہوتی ہے۔طبیعت کا ملال دور ہو جاتا ہے۔چہرہ میں نور پیدا ہو جاتا ہے۔شیطان کی آفتوں سے بچنے کے لئے وضو مومن کا ہتھیار ہے۔

کھانا کھانے کے آداب

(۱) کھانا کھاتے وقت خدا کا ذکر کرنا چاہیے۔ ہر لقمہ پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنا چاہیے۔ بعض بزرگوں کے بارے میں بیان کیا جاتا ہیکہ جتنی دیر میں عام طور سے لقمہ چبایا جاتا ہے اتنی دیر میں وہ بسم اللہ اور سورہ فاتحہ ختم کرلیا کرتے تھے۔ حقیقت میں ان بزرگوں کی کرامت ہے۔ مرید کو بھوک بڑھانے کے لئے سفوف ہاضم نہ استعمال کرنا چاہیے۔ اگر کئی اقسام کے کھانے دستر خوان پر ہوں تو مزے مزے کے کھانے دیکھ کر زیادہ نہ کھانا چاہیے۔ مہمان کو ثقیل اور زیادہ ریاح پیدا کرنے والا کھانا نہیں کھانا چاہیے۔ مرید اگر کہیں مہمان ہو تو جو کچھ اس کے سامنے آئے بخوشی قبول کرے، یعنی فرمائش نہ کرنی چاہیے جس کو پورا کرنے میں میزبان کو دقت ہو۔ کہیں دعوت کے موقع پر کسی شخص کو بغیر دعوت کے اپنے ساتھ نہیں لے جانا چاہیے۔ مجلس ضیافت میں جہاں جگہ مل جائے بیٹھ جائے صدر مقام یا جوتیاں اتارنے کی جگہ پر بیٹھنے کی کوشش نہ کرنی چاہیے۔ کھانا کھاتے وقت چھوٹا نوالہ لینا چاہیے۔ بڑے بڑے لقمہ کا استعمال نہیں کرنا چاہیے، اس سے شکایت ہوتی ہے۔ پیٹ کو ہمیشہ غذا سے خالی رکھنا چاہیے۔ اگر دستر خوان پر کچھ لوگ کھا رہے ہوں تو اس وقت تک ان کا ساتھ دینا چاہیے جب تک سب لوگ اٹھ نہ جائیں اٹھنا نہیں چاہیے۔

اسی طرح کھانا کھاتے وقت دایاں پیر کھڑا رکھے، بائیں پیر کو بچھا کر اس پر بیٹھ جائے، یہ نشست کھانے کے لئے سنت ہے۔ لیکن بزرگوں کے سامنے مؤدب بیٹھنا چاہیے۔ صوفیوں کے لئے کھانا کا بہتر وقت دوپہر کو قریب زوال کے اور رات کو بعد نماز عشا ہے۔ دو وقت سے زیادہ کھانا نہیں کھانا چاہیے اگر کسی موقع پر مجبوری ہو تو بہت کم کھانا چاہیے۔ بہرحال صوفیوں کو اتنا کھانا چاہیے کہ کھانا کھانے کے بعد اس کے اندر کھانے کی خواہش باقی رہے۔ مجلس ضیافت سے رخصت ہوتے وقت مختصر الفاظ میں میزبان کا شکریہ ادا کرنا چاہیے۔

آداب خواب (سونے کے طریقے)

حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے " تنام عینای ولا ینام قلبی " (میری آنکھیں سوتی ہیں مگر میرا دل نہیں سوتا) صوفی کی نیند بھی ایسی ہی ہونا چاہیے، صوفی کے لئے غفلت کی نیند سونا زیبا نہیں۔ صوفی کو ایسی نیند نہیں سونی چاہیے جس میں اپنے وجود کی خبر نہ رہے۔ صوفی کو ہمیشہ باوضو سونا چاہیے تا کہ شیطانی اثرات سے محفوظ رہے۔

مبتلائے فراق کو رنج وغم کے سبب اور واصل کامل کو لطف وصل سے نیند نہیں آتی۔ مگر اہل یقین کو نیند آتی ہے، ان کا دل رنج وتشویش سے خالی رہتا ہے، اطمینان کے سبب وہ خوب سوتے ہیں۔ علمائے طریقت نے نیند کی تین قسمیں بیان کی ہیں۔

جس نیند سے خدا سے غفلت ہو وہ یقیناً مذموم ہے۔ شب بیدار آدمی کو نیند سے عبادت میں مدد ملتی ہے۔ مرید کو شب بیداری کے لئے بہت کوشش کرنی چاہیے۔ سالک کے لئے دوپہر کا کھانا کھانے کے بعد تھوڑی دیر قیلولہ (دوپہر کا سونا) بہت مفید ہے۔ اگر نیند نہ آئے پھر بھی لیٹنا چاہیے۔ دوپہر کو کچھ دیر آرام کر لینے سے قیام شب میں کسل پیدا نہیں ہوتا۔ جو لوگ رات کو بیدار رہتے ہیں اور دن کو آرام بھی نہیں کرتے ان کی آنکھیں بوجھل ہو جاتی ہیں، رخساروں پر زردی آجاتی ہے، پیشانی پر نور نظر آتا ہے، ان سے علامات شب بیداری ظاہر ہو جاتی ہے۔ سالک کو اخفائے حال کی کوشش کرنی چاہیے، ایسی باتوں سے پرہیز کرنا چاہیے جس سے لوگوں میں شہرت اور ناموری پیدا ہو۔ اس لئے طالب صادق کو سوتے وقت بند کر کے مراقبہ میں مشغول ہو جانا چاہیے، تا کہ جو وہم وخیال خواب میں آتے خلل سے محفوظ رہے۔ اگر کوئی بات معلوم کرنی ہو تو قصداً سو جانا بہتر ہے۔ خواب میں جو کامیابی حاصل ہوتی ہے وہ بیداری میں نہیں حاصل ہوتی۔ بہت سے بزرگان دین کو خواب میں دیدار الٰہی بھی حاصل ہوا ہے۔ مرید کو خواب میں جو نظر آئے اپنے مرشد کے سوا کسی دوسرے شخص سے ذکر نہ کرنا چاہیے۔ خواب بیان کرنے کے بعد تعبیر دریافت کرنے کی فکر نہیں ہونی چاہیے۔

توبہ کے فوائد

مریدوں کو سارے ذکر واذکار ونوافل کے علاوہ ہمیشہ توبہ استغفار کرتے رہنا چاہیے۔مخدوم جہاں مخدوم الملک حضرت شرف الدین احمد یحیٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ مکتوبات صدی کے مکتوب نمبر۲ میں توبہ کے بیان تحریر فرماتے ہیں کہ طریقت کی راہ کی پہلی منزل توبہ نصوح ہے یعنی توبہ خالص وتوبۃ الخاص۔

آقائے دو جہاں جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ انی لاستغفر اللہ کل یوم سبعین مرۃ (میں ہر روز ستّر بار استغفار کرتا ہوں) اس کا سبب یہ تھا کہ آپ کو ہر ساعت ترقی مقام ہوتی تھی۔

حضرت خواجہ ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عوام کی توبہ گناہ سے باز آنا ہے ،خواص کی توبہ غفلت سے باز آنا ہے۔انبیاء علیہم السلام کی توبہ اس مقام سے ہے جس مقام میں وہ فی الحال موجود ہیں اور دوسرے نبی کو اس سے برتر مقام مل چکا ہے۔

جتنے اولیاء کرام ،صوفیائے عظام ،بزرگان دین گزرے ہیں ان میں سے کوئی ایسا نہیں کہ اس کے دل میں گناہوں کا وسوسہ اور خیال نہ آیا ہو اور کوئی خواہش بھی ایسی پیدا نہ ہوئی ہو،لہٰذا گناہوں کی جھلکیاں تو بڑوں کو آتی ہیں ،البتہ فرق یہ ہوتا ہے کہ ہم جیسے غافل لوگ تو گناہوں کی طرف مائل ہو جاتے ہیں اور گناہ کا ارتکاب کر لیتے ہیں ،لیکن جن لوگ گوں کو اللہ تعالیٰ توفیق عطا کرتا ہے ان کو بھی گناہوں کے خیالات اور وساوس آتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل اور مجاہدے کی برکت سے وہ خیالات ووساوس ان پر غالب نہیں آتے۔

بزرگوں نے فرمایا ہے کہ گناہوں کا تریاق استغفار اور توبہ ہے۔لیکن جس طرح اللہ تعالیٰ نے نفس اور شیطان دو زہریلی چیزیں پیدا فرمائی ہیں ،جو انسان کو پریشان اور خراب کرتی ہیں اور جہنم کی طرف انسان کو لے جانا چاہتی ہیں ۔اسی طرح ان دونوں کا تریاق بھی بڑا زبردست پیدا کیا ہے۔وہ تریاق ہے ''استغفار اور توبہ'' لہٰذا جس وقت نفس کا

سانپ انسان کوڈنسے اس وقت توبہ اور استغفار کا تریاق استعمال کرنا چاہیے۔اسغفر اللہ ربی من کل ذنب واتوب الیہ۔

آخری کلمات

آج شریعت اسلام کے فدائیوں کی حالت بہت ہی خستہ، ہے انہوں نے خدا اوراس کے رسول کے احکام کو پس پشت ڈال دیا ہے، حدود شرعیہ کی پابندیوں کو قید سخت سے زیادہ ناگوار سمجھتے ہیں۔معیشت ،خواہش عشرت ،تمنائے دولت اور آرزوئے عزت وعظمت میں ایسے محو ومسرور وبے خود ہو رہے ہیں کہ عقبیٰ کا خیال اور فکر مآل ذرا بھی نہیں چھو گیا۔یہ حال صرف ہندوستان کے مسلمانوں کا نہیں ہے بلکہ سارے عرب وعجم کے مسلمانوں کا یہی حال ہے،خوف خدا وسنت رسول ﷺ کو چھوڑ کر دنیا کے پیچھے بے تحاشہ بھاگ رہے ہیں۔ یہود ونصاری کی تہذیب وثقافت کے دلدادہ بنے ہوئے ہیں، لہذا سارے عالم میں بدامنی ظلم وفساد تفاخر وتفاوت عام ہو چکا ہے۔اخلاقی ومعاشرتی بگاڑ ذہن دماغ میں سرایت کر چکا ہے۔ سیاست خودغرض اور مفاد پرست لوگوں کے ہاتھوں میں ہے۔

مسلمانوں کے اس عالمگیر انحطاط وزوال کوروکنے کے لئے عالم تصوف میں آنے اور روحانی قوتوں سے کام لینے کی ضرورت ہے۔حقیقی تصوف کے اثرات اوراسکے فیوض برکات سے مسلمانوں کی تمام پستیوں اور کمزوریوں کو دور کیا جاسکتا ہے۔اور یہ حقیقت ہیکہ مسلمانان عالم روحانیت سے جس قدر متصل ہوتے جائیں گے اسی قدر وہ شریعت کے مطیع وفرمابردار اوراسکی راہ مستقیم پر گامزن ہوتے جائنگے ۔جسکی وجہ سے ان کے قلوب پاکیزہ، نفوس مقدس اور اقوال مؤثر ہوتے جائیں گے،اس طرح حکام الٰہی وفرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے وابستہ ہونا اوراس پر چلنا ان کیلئے آسان ہوجائے گا ۔اس کا طریقہ یہ ہے کہ ہم بزرگوں اور مشائخ کے ملفوظات بغور مطالعہ کریں اورانکی تعلیمات پر مکمل طور عمل پیرا ہوں۔جس وقت دل ہر طرف سے فارغ ہو اور مطمئن ہو شرعی طریقے سے ان کے مزاروں

پر بیٹھ کر ان کی روحانیت کی طرف توجہ کریں۔ اور ان کی حقیقت کو اپنے مرشد کی صورت میں تصور کر کے فیضیاب ہوں اور برکت حاصل کریں۔ اپنے مرشد کے حکم کی تعمیل کریں۔ اللہ تعالیٰ کی خشیت اپنے دل میں قائم رکھیں۔

دعائیہ کلمات

اے کریم کارساز! رب بے نیاز! اور خدائے ذرہ نواز! مجھ ہیچ کارہ، نالائق اور سراپا معصیت کو اس قدر لیاقت اور منزلت کہاں تھی کہ میں تیرے پسندیدہ دین اسلام کے اہم موضوع ''تصوف اور اس کے فوائد'' کو لوگوں کے سامنے پیش کر سکوں۔ تیری ہی امداد وتوفیق سے میں نے اس کار عظیم کو گرتے پڑتے، کانپتے لرزتے اور بھول چوک لئے ہوئے انجام کو پہونچایا ہے، ورنہ میری کیا مجال اور طاقت تھی کہ زبان وقلم حرکت میں آئے اور میں یہ حقیر تحفہ ناظریں کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ مولائے کریم! جہاں تو نے مجھ نالائق سے یہ کام لیا ہے وہاں مجھے توفیق عطا کر کہ میں سراپا علم وعمل بن جاؤں اور اسے میری بخشش کا ذریعہ بنا اور مجھے توفیق دے کہ میں عام گناہوں سے محفوظ رہوں۔ اسی طرح مسلمانوں اور سائلوں کے حق میں بھی اسے کامیاب اور مفید بنا۔ تا کہ وہ اس کے مطالعہ سے اپنی منزل مقصود پر پہنچیں۔ ان کی تمام دینی ودنیوی پستیوں، کمزوریوں اور گمراہیوں کو دور فرما اور ان کو صراط مستقیم پر برقرار رکھ۔ آمین۔ آمین

اللھم اغفر لنا ولوالدینا ولاستاذنا ولمشائخنا ولاحبابنا ولجمیع المؤمنین والمؤمنات الاحیاء منھم والاموات برحمتک یا ارحم الراحمین. آمین . آمین . آمین .یا رب العالمین وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین.

☆☆☆

HQIQATE TASAWWUF

Mohammad Sabir Hussain Qadri, Mujibi,Amani

اس کتاب کے بارے میں!

تصوف، لفظ صفا سے ماخوذ ہے۔ جس کا دل، جس کا قلب، جس کا باطن گناہ ومعصیت اور گندگی وکدورت سے پاک وصاف ہو وہ اہل تصوف ہے، وہی صوفی ہے۔ اسی کا سرچشمہ ذات پاک رسول حضرت رسالت مآب حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ علمائے علم شریعت ورہروان راہ طریقت نے اپنے شاگردوں، مریدوں اور دیگر اہل ذوق کے لئے ''تصوف'' کے موضوع پر بہت ساری کتابیں تصنیف کی ہیں۔

محترم الحاج صوفی شاہ محمد صابر حسین قادری، مجیبی، امانی کی تالیف ''حقیقت تصوف' اس موضوع پر آسان زبان اور سہل لہجہ میں ایک بہترین مشعل راہ ہے جو اس راہ میں چلنے والوں کے لئے مدد ومعاون ہوگی۔ حضرت مؤلف۔ تاجدار اہل سنت، رازدار راہ شریعت وطریقت ومعرفت، شمع رشد وہدایت، ولی کامل ومکمل، حضرت امان المستجیرین، مولانا سید شاہ محمد امان اللہ قادری مجیبی پھلواروی قدس سرہ العزیز کے دست گرفتہ وتربیت یافتہ ہیں۔ حضرت اقدس مریدین ومسترشدین کی خوب خوب دستگیری فرماتے۔ اس تالیف لطیف میں حضرت اقدس کی دستگیری شامل نظر آتی ہے۔ مؤلف نے وہ تمام ضروری باتیں اس کتاب میں درج کردی ہیں جو اس راہ میں چلنے والوں کے لئے نہایت اہم ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ مؤلف کی اس کاوش ومحنت وخلوص کو قبول فرمائے اور مؤلف کو اجر عظیم عطا فرمائے، ان کے لئے اسے توشہ آخرت بنائے نیز برادران طریقت کو بھی اس سے خوب خوب مستفید فرمائے۔ آمین۔

حضرت مولانا خواجہ عبدالباری صاحب دامت برکاتہ

(سابق پرنسپل گورنمنٹ مدرسہ شمس الہدیٰ، پٹنہ)